هٰذا بلاغ للناس

جامعہ دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ

رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ / ستمبر ۲۰۰۹ء

بانی: مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ
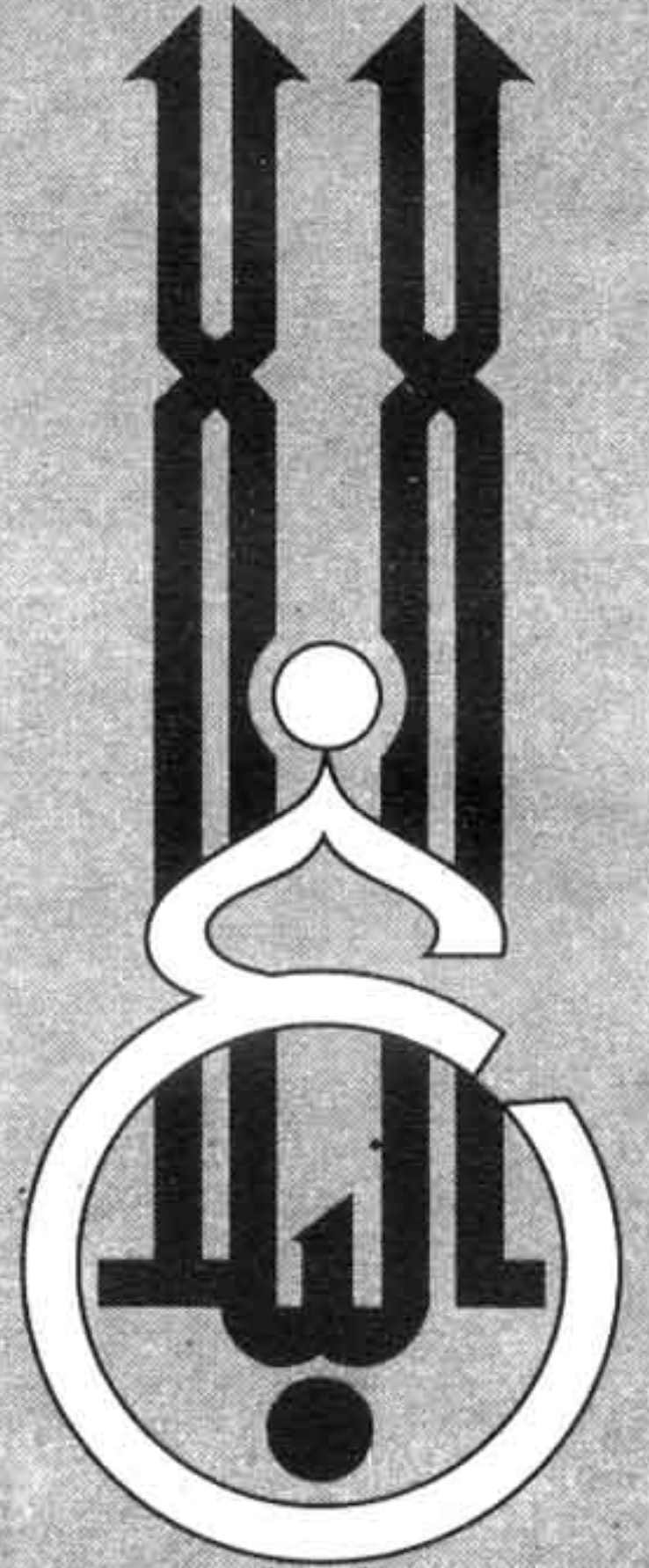
نگران

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

مجلس ادارت

مدیر مسئول : مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

مولانا محمود اشرف عثمانی   مولانا راحت علی ہاشمی

ناظم

محمد انور صدیقی

فی شمارہ............ -/۲۵ روپے

سالانہ............ -/۳۰۰ روپے

بذریعہ رجسٹری...... -/۴۲۰ روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ممالک

امریکہ' آسٹریلیا' افریقہ اور

یورپی ممالک............ ۳۵ ڈالر

سعودی عرب' انڈیا اور

متحدہ عرب امارات............ ۲۷ ڈالر

ایران' بنگلہ دیش............ ۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ ''البلاغ'' جامعہ دارالعلوم کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا

کراچی ۷۵۱۸۰

بینک اکاؤنٹ نمبر

میزان بینک لمیٹڈ

کورنگی انڈسٹریل ایریا برانچ

اکاؤنٹ نمبر: 0109-036-153

فون: ۵۰۴۳۴۹۹

۵۰۴۹۷۷۴

Email Address

jamiadarulolumkhi@hotmail.com

Www.jamiadarululoomkhi.edu.pk

کمپوزنگ

ایس۔ بی۔ ایس انٹر پرائز کراچی

پبلشر محمد تقی عثمانی

پرنٹر القادر پرنٹنگ پریس کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ماہ مبارک میں ہمارے فرائض

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

رمضان کا مبارک مہینہ، یہ مہینہ رحمتِ خداوندی کا وہ موسم بہار ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی خاص عنایتیں بندوں کی طرف متوجہ ہوتی ہیں جس میں بے شمار انسانوں کی مغفرت کی جاتی ہے، اور جس کی ہر ساعت، عذابِ جہنم سے آزادی کا پیام لے کر آتی ہے۔

یہ عبادت کا مہینہ ہے اور اس میں کم ہمت سے کم ہمت مسلمان کو بندگی کا شوقِ فراواں نصیب ہوتا ہے، مسجدیں بھری پُری نظر آتی ہیں، اور اس کے شب و روز میں عبادت کی لذت و حلاوت بدذوق سے بدذوق انسان کو بھی محسوس ہو ہی جاتی ہے۔ یہ دعا ومُناجات کا موسم ہے، اس میں دعاؤں کی قبولیت کا دروازہ ہر آن کھلا رہتا ہے، بلکہ بندوں سے ہر رات فرمائش کی جاتی ہے کہ وہ اپنی جائز مُرادیں پیش کریں، جو مانگیں گے دیا جائے گا۔

یہ گناہوں سے توبہ اور استغفار کا زمانہ ہے اور اس میں بندوں کو بخشنے اور نوازنے کیلئے معمولی معمولی بہانے تلاش کئے جاتے ہیں، اور اسی لئے سرکار دو عالم ﷺ نے اس شخص کے حق میں نامُرادی کی بددعا فرمائی ہے جس پر رمضان کا پورا مہینہ گزر جائے لیکن وہ اپنی مغفرت نہ کرا سکے۔

رحمت خداوندی کا یہ سالانہ جشن جس میں ہر ساعت برکتوں کے خزانے لُٹتے ہیں، ہمارے سروں پر سایہ فگن ہونے والا ہے، ہم جیسے کور چشم انسان اس مہینے کی قدر و قیمت نہیں پہچانتے، اس لئے اس کی آمد کا کوئی خاص اہتمام کرنے کیلئے تیار نہیں، لیکن سرکار دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ جو اس زمانے کی نورانیت کے صحیح معنی میں رمز شناس تھے، کئی ماہ پہلے سے رمضان کا اشتیاق کے ساتھ انتظار فرماتے تھے، حدیث میں ہے کہ جب آپ رجب کا چاند دیکھتے تو یہ دعا فرماتے کہ:

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ

یا اللہ! ہمیں رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا دیجئے۔

ہم سے ماہ رمضان کا بنیادی تقاضا صرف ایک ہے اور وہ ہے رجوع الی اللہ! اس مہینے کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ انسان کا وہ ذہن جو سال کے گیارہ مہینے دنیا کے ہزار دھندوں میں الجھا رہتا ہے، اس زمانے میں خالصتاً اللہ کی طرف رجوع کرے، اور اپنے اصل مقصد زندگی یعنی عبادت کی جانب توجہ دے، یہ تمام مسلمانوں کے لئے ایک سالانہ تربیتی نظم ہے جس سے گزر کر انسان کی پوری زندگی سیدھے راستے پر پڑ سکتی ہے، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''جس شخص کا رمضان سلامتی سے گزر جائے اس کا پورا سال سلامتی سے گزرے گا''۔

جب سے مسلمانوں میں مغربی افکار کا تسلط بڑھا ہے، اور مسلمان اہل علم نے ان کے مقابلے کیلئے اسلام کی مادّی برکتیں اور اس کی دنیوی خوبیاں زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرنی شروع کی ہیں اس وقت سے اسلام کا روحانی پہلو پس منظر میں چلا گیا ہے۔ اب ہماری تقریر وتحریر میں زیادہ زور اس پہلو پر صرف ہونے لگا ہے کہ اسلام ایک بہترین معاشی نظام رکھتا ہے جسے اختیار کرنے سے ہماری معیشت سُدھر سکتی ہے، اسلام کے پاس ایک متوازن سیاسی نظام ہے جسے اپنا لیا جائے تو ہمارا نظام حکومت استوار ہوسکتا ہے، اسلام کی سماجی تعلیمات ایسی ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے مسلمان ترقی کے بامِ عروج پر پہنچ سکتے ہیں۔

یہ ساری باتیں اپنی جگہ پر بالکل صحیح اور سو فیصد درست ہیں، لیکن ہمیں یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہئے کہ اسلام کی یہ ساری خوبیاں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں، اللہ کے اس دین کا اصلی اور بنیادی مقصد جس پر اس کے سارے احکامات کی عمارت کھڑی ہوئی ہے، یہ ہے کہ بندوں کا تعلق اللہ کے ساتھ جوڑا جائے، ان کے دلوں میں اللہ کی عظمت، اس کا خوف، اس کی رحمت کے ساتھ ایک لازوال تعلق اور اپنے ہر کام میں اس کی طرف رجوع ہونے، اسی سے مدد چاہئے اور انابت وخشیت کا جذبہ بیدار کیا جائے، اور یہ چیز کثرت کے ساتھ عبادت اور اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔

اسلام کا معاشی نظام بھی بلاشبہ بے نظیر، اس کی سیاسی تعلیمات بھی بے مثال، اس کے سماجی احکام بھی برحق، لیکن ان سب چیزوں کی بنیاد رجوع الی اللہ ہے، جب تک دلوں میں یہ چیز پیدا نہ ہو اس وقت تک کوئی نظام نہ ٹھیک چل سکتا ہے، اور نہ اس کے فوائد وثمرات حاصل ہوسکتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر انسانوں کا کوئی گروہ روحانی طور پر اپنی اصلاح کرلے، اللہ کے ساتھ اس کا تعلق استوار ہوجائے، اور اس کے دل میں وہ صفات اور وہ جذبات پیدا ہوجائیں جو اسلام کو مطلوب ہیں تو اسلام کے سیاسی، معاشی اور سماجی نظام کے قیام کی راہیں خود بخود ہموار ہونے لگتی ہیں، اور اگر بالفرض

کسی موقع پر مسلمانوں کا کوئی ایسا گروہ کسی خطۂ زمین پر کوشش کے باوجود اسلامی نظام قائم نہ کر سکے تو اسے دین کے بنیادی مقاصد میں ناکام نہیں کہا جا سکتا۔

اس لحاظ سے ایک مسلمان کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اللہ کے ساتھ تعلق کے وہ جذبات پیدا کرے جو اسلام کو مطلوب ہیں، اور رمضان کا مہینہ اس مقصد کیلئے بہترین معاون ہے، اس مہینے کی اصل غرض و غایت ہی یہ ہے کہ مسلمان اس میں اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی عبادت میں صرف کریں، اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پا کر انہیں اعتدال پر لائیں، اور اپنے آپ کو اللہ کے تابع فرماں بنانے کی تربیت حاصل کریں۔

لہٰذا اس مبارک زمانے کو غنیمت سمجھتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ:

(۱)......اپنے دنیوی مشاغل کو کم سے کم تر کریں۔

(۲)......جس قدر ہو سکے نوافل کا اہتمام کریں۔

(۳)......تلاوت قرآن اور ذکر و تسبیح کے معمولات میں اضافہ کریں۔

(۴)......گناہوں سے بچنے کی پوری کوشش کریں اور کوئی گناہ غلطی سے سرزد ہو جائے تو اس پر فوراً توبہ و استغفار کریں۔

(۵)......دوسرے افکار سے اپنے ذہن کو حتی الوسع فارغ رکھ کر اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور آخرت کی فکر پیدا کریں۔

(۶)......صدقات و خیرات اور اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ مال خرچ کرنے اور غریبوں اور مسکینوں کی خبر گیری کا اہتمام کریں۔

(۷)......مستند دینی کتابوں کے مطالعہ کا معمول بنائیں۔

اگر یہ ایک مہینہ اس التزام کے ساتھ گزار لیا جائے تو امید ہے کہ انشاء اللہ دل میں خود بخود گداز پیدا ہوگا، اصلاح نفس کی راہ آسان ہو جائے گی، اور پھر سال کے دیگر ایام میں بھی اپنے آپ کو اسلامی زندگی سے قریب تر رکھنا سہل ہو جائے گا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے کہ:

من سلم له رمضان سلمت لهُ السّنة۔

جس شخص کا رمضان سلامتی سے گزر گیا اس کا پورا سال سلامتی سے گزرے گا۔

اس رمضان میں ایک اور بات بطور خاص قابل توجہ ہے۔

یوں تو سارا عالم اسلام ہی اس وقت گوناگوں فتنوں میں گھرا ہوا ہے، لیکن کچھ عرصہ سے پاکستان

خصوصیت کے ساتھ شدید بحران سے دوچار ہے، اندرونی اور بیرونی سازشوں نے حالات انتہائی نازک کردیئے ہیں اور ملک کا وجود اور بقاء ہی خطرے میں پڑا ہوا ہے۔

جہاں تک اس بحران سے نمٹنے کی ظاہری کوششوں کا تعلق ہے وہ مختلف حلقوں کی طرف سے برابر ہوتی رہی ہیں، اب بھی ہو رہی ہیں اور آئندہ بھی جاری رہنی چاہئیں، لیکن ایک بڑی اہم بات ہے جس سے ہماری غفلت مجرمانہ حد تک سنگین ہوچکی ہے، اور وہ یہ کہ جب کبھی ہمارے سامنے کوئی مشکل آتی ہے تو عموماً ہماری ساری توجہات ظاہری اسباب و وسائل تک محدود رہتی ہیں، حالانکہ ایک مؤمن کے پاس ظاہری اسباب کے علاوہ ایک اور مؤثر ہتھیار موجود ہے جسے ہر شخص ہر وقت اور ہر جگہ استعمال کرسکتا ہے، اور وہ ہے بارگاہ الٰہی میں خشوع وخضوع کے ساتھ دعا ومناجات! تاریخ اسلام شاہد ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ اسے ظاہری وسائل سے زیادہ اہمیت دی ہے، اور اپنی ہر مشکل میں اس پر بھروسہ کیا ہے۔

اب کچھ عرصہ سے ہم نے اس کا اہتمام تقریباً ترک کردیا ہے، کسی شخص پر کوئی انفرادی مسئلہ آپڑے تو وہ کبھی کبھار دعا کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے، لیکن مسلمانوں کی اجتماعی مشکلات کیلئے اہتمام کے ساتھ دل سے دعا کرنے والے مفقود ہوتے جارہے ہیں۔

رمضان کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کا موسم ہے، اور یہ ہم سب کا فریضہ ہے کہ اپنی انفرادی ضرورتوں سے زیادہ پاکستان کی سالمیت، استحکام اور ظاہری و باطنی ترقیات کیلئے خشوع خضوع کے ساتھ دعا کریں، اور جس بحران سے اس وقت وہ دوچار ہے اس سے بطریق احسن عہدہ برآ ہونے کیلئے اللہ تعالیٰ سے مدد کے طلبگار ہوں۔

اللہ تعالیٰ پاکستان کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، اس کے دشمنوں کو ناکام و نامراد فرمائے، اس کے باشندوں کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے اور اپنے ملک میں اسلامی نظام زندگی قائم کرنے کی توفیق بخشے اور اس کے عوام و حکام کو ایمان وحکمت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

☆☆☆

درجہ تخصص فی الافتاء کا داخلہ

جامعہ دارالعلوم کراچی کے درجہ تخصص فی الافتاء میں داخلے کے خواہش مند طلبہ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اس سال انشاء اللہ بروز بدھ غالباً ۹ رشوال ۱۴۳۰ھ مطابق ۳۰ رستمبر ۲۰۰۹ء داخلے کی درخواستیں وصول کی جائیں گی اور امیدواروں کا تحریری امتحان بروز جمعرات غالباً ۱۰ رشوال ۱۴۳۰ھ مطابق یکم راکتوبر ۲۰۰۹ء کو ہوگا پھر تقریری امتحان بھی ہوگا۔ اُس میں جو طلبہ کامیاب ہوں گے ان میں سے پندرہ طلبہ درجۂ کامیابی کی ترتیب سے داخلے کیلئے منتخب کئے جائیں گے۔ امیدوار حضرات مندرجہ ذیل امور ذہن نشین فرمالیں:۔

☆...... صرف وہ طلبہ رجوع کریں جو وفاق المدارس یا کسی مستند دینی درسگاہ سے دورۂ حدیث کے امتحان میں ممتاز درجے میں کامیاب ہوئے ہوں۔ اس سے کم درجے میں کامیاب ہونے والے طلبہ رجوع نہ فرمائیں۔

☆...... تخصص میں داخلے کیلئے بروز بدھ ۹ رشوال ۱۴۳۰ھ سے پہلے تشریف نہ لائیں۔ اس سے قبل دارالعلوم ان کے قیام وطعام کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

☆...... اردو اور عربی رسم الخط میں صاف ستھری تحریر بھی داخلے کیلئے ضروری ہے، جن طلبہ کا خط خراب ہو وہ داخلے کیلئے رجوع نہ فرمائیں۔

☆...... دورانِ تعلیم کسی انجمن یا جماعت سے کسی بھی قسم کا تعلق ممنوع ہوگا نیز تخصص کے علاوہ کسی اور امتحان کی تیاری کی اجازت نہیں ہوگی۔ مخصوص حالات میں صدر جامعہ دارالعلوم کراچی مدظلہم سے تحریری اجازت لینا ضروری ہوگا۔

☆...... یہ بھی واضح رہے کہ تخصص فی الافتاء میں داخلہ کے بعد تین سالہ نصاب پورا کرنا لازم ہوگا۔

☆...... داخلہ کے خواہشمند حضرات کے اعمال واخلاق، ان کی تہذیب وشائستگی اور وضع قطع کا ایک عالم دین کے مطابق ہونا لازمی ہے۔

☆...... امتحان داخلہ مندرجہ ذیل کتب ومضامین میں لیا جائے گا۔

مشکوٰۃ المصابیح، ہدایہ کامل، نورالانوار، (بحث کتاب وسنت) سراجی، شرح العقائد، اور ترجمہ قرآن

☆...... تقریری امتحان میں عبارت نحوی وصرفی اعتبار سے درست پڑھنے کی صلاحیت کو خاص طور پر ملحوظ اور تحریری امتحان میں سلیقہ تحریر کو مدنظر رکھا جائے گا۔

☆...... درجہ تخصص کے جو طلبہ مذکورہ بالا شرائط کے تحت اعلیٰ درجے میں کامیاب ہوں گے ان کو قیام وطعام اور مبلغ دو ہزار چھ سو روپے ماہانہ وظیفے (جس میں ناشتہ کا وظیفہ بھی شامل ہے) کے ساتھ داخلہ دیا جائے گا۔

ناظم تعلیمات جامعہ دارالعلوم کراچی

کراچی۔ پوسٹ کوڈ 75180

التخصص فی الدعوۃ والارشاد میں داخلہ

جامعہ دارالعلوم کراچی میں درجہ ''التخصص فی الدعوۃ والارشاد'' کے سال اول کیلئے تعلیمی سال ۱۴۳۰-۱۴۳۱ھ میں جدید داخلے کئے جائیں گے۔

اس تخصص کا مقصد یہ ہے کہ اچھی استعداد رکھنے والے فارغ التحصیل علماء کو معاصر ضرورتوں کے مطابق مؤثر دعوت وتبلیغ اور اصلاح وارشاد کے کام کیلئے تیار کیا جائے۔ چنانچہ اس تخصص کیلئے دوسالہ جامع نصاب مقرر کیا گیا ہے جس میں ایک مؤثر داعی ومبلغ کیلئے مطلوب ضروری معلومات اور عملی تربیت شامل ہے نیز اردو کے علاوہ عربی اور انگریزی زبان کی تعلیم اور ان تینوں زبانوں کی تحریر وتقریر کی مشق پر خصوصی توجہ دیجاتی ہے تاکہ اس تخصص سے فارغ ہونے والے حضرات بیرون ملک حسب ضرورت عربی اور انگریزی زبانوں میں دعوت واصلاح کا کام وہاں کی ضروریات کے مطابق بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔

☆......شرائط داخلہ......☆

۱۔ کسی معروف دینی درسگاہ سے دورہ حدیث میں درجہ ''ممتاز'' یا کم از کم ''۷۰ فیصد'' نمبر لے کر کامیابی کی سند کا حامل ہو۔ ۲۔ فقہ اور علم کلام سے اچھی مناسبت۔ ۳۔ تحریر صاف ستھری اور اردو، عربی اور انگریزی میں سے کسی ایک زبان میں اچھی تحریر لکھنے کی صلاحیت۔ ۴۔ تجوید کی اچھی استعداد۔ ۵۔ میٹرک معیاری درجہ میں پاس کیا ہو یا اس کی مساوی استعداد کی انگریزی سے واقفیت ہو۔

وضاحت نمبر ۱: داخلہ کے لئے تحریری امتحان داخلہ اور زبانی جائزہ لیا جائے گا۔ ان دونوں میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ دیا جاسکے گا۔

وضاحت نمبر ۲: اس درجے میں زیادہ سے زیادہ بیس (۲۰) طلبہ کو داخل کیا جائے گا، زیادہ درخواستوں کی صورت میں امتحانِ داخلہ میں کامیابی کے نمبروں کو انتخاب کا معیار بنایا جائے گا۔

امتحان داخلہ انشاء اللہ بروز ہفتہ غالباً ۱۲ / شوال ۱۴۳۰ھ بمطابق ۳ / اکتوبر ۲۰۰۹ء کو جامعہ دارالعلوم کراچی میں منعقد ہوگا۔ جو طلبہ مذکورہ بالا شرائط کے تحت اعلیٰ درجے میں کامیاب ہوں گے ان کو قیام وطعام اور مبلغ دوہزار چھ صد روپے ماہانہ وظیفے (جس میں ناشتہ کا وظیفہ بھی شامل ہے) کے ساتھ داخلہ دیا جائیگا درخواستیں سند کی فوٹو کاپی کے ساتھ اس سے پہلے دارالعلوم بنام دفتر تعلیمات جامعہ دارالعلوم کراچی ارسال کردی جائیں۔ اصل سند اپنے ہمراہ لانا ضروری ہے۔

ناظم تعلیمات **جامعہ دارالعلوم کراچی**

کراچی پوسٹ کوڈ 75180

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

معارف القرآن

بعض ایسی خصلتوں کا بیان جو عذاب کا سبب ہیں

سورۃ الھمزہ ......☆......آیت نمبر:۱ تا ۹......

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَیۡلٌ لِّکُلِّ ہُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ ﴿۱﴾ الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ ﴿۲﴾ یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخۡلَدَہٗ ﴿۳﴾ کَلَّا لَیُنۡۢبَذَنَّ فِی الۡحُطَمَۃِ ﴿۴﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰکَ مَا الۡحُطَمَۃُ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰہِ الۡمُوۡقَدَۃُ ﴿۶﴾ الَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَۃِ ﴿۷﴾ اِنَّہَا عَلَیۡہِمۡ مُّؤۡصَدَۃٌ ﴿۸﴾ فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ﴿۹﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی، جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا، خیال کرتا ہے کہ اس کا مال سدا کو رہے گا اس کے ساتھ، کوئی نہیں وہ پھینکا جائے گا اُس روندنے والی میں اور تو کیا سمجھا کون ہے وہ روندنے والی، ایک آگ ہے اللہ کی سلگائی ہوئی، وہ جھانک لیتی ہے دل کو، اُن کو اس میں موند دیا ہے لمبے لمبے ستونوں میں۔

خلاصۂ تفسیر

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کیلئے جو پسِ پشت عیب نکالنے والا ہو (اور) رُو در رُو طعنہ دینے والا ہو جو (بہت حرص کی وجہ سے) مال جمع کرتا ہو اور (اُس کی محبت اور اُس پر فخر کے سبب) اس کو بار بار گنتا ہو (اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا) وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا (یعنی مال کی محبت میں ایسا انہماک رکھتا ہو جیسے وہ اس کا معتقد ہے کہ وہ خود بھی ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کا مال بھی ہمیشہ یوں ہی رہے گا حالانکہ یہ مال اس کے پاس) ہرگز نہیں (رہے گا، آگے اُس

ویل یعنی خرابی کی تفصیل ہے کہ) واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جس میں جو کچھ پڑے وہ اُس کو توڑ پھوڑ دے، اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے وہ اللہ کی آگ ہے جو (اللہ کے حکم سے) سلگائی گئی ہے (آگ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے میں اُس آگ کے سخت اور ہولناک ہونے کی طرف اشارہ ہے، اور وہ ایسی ہے) جو (بدن کو لگتے ہی) دلوں تک جا پہنچے گی وہ (آگ) اُن پر بند کردی جائے گی (اس طرح سے کہ وہ لوگ آگ کے) بڑے لمبے لمبے ستونوں میں (گھرے ہوئے ہوں گے جیسے کسی کو آگ کے صندوقوں میں بند کردیا جائے)۔

معارف ومسائل

اس سورت میں تین سخت گناہوں پر عذاب شدید کی وعید اور پھر اُس عذاب کی شدت کا بیان ہے وہ تین گناہ یہ ہیں ہمز، لمز، جمع مال۔ ہمز اور لمز چند معانی کیلئے استعمال ہوتے ہیں، اکثر مفسرین نے جس کو اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمز کے معنی غیبت یعنی کسی کے پیٹھ پیچھے اُس کے عیوب کا تذکرہ کرنا ہے اور لمز کے معنی آمنے سامنے کسی کو طعنہ دینے اور برا کہنے کے ہیں، یہ دونوں ہی چیزیں سخت گناہ ہیں۔ غیبت کی وعیدیں قرآن وحدیث میں زیادہ ہیں جس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس گناہ کے اشتغال میں کوئی رکاوٹ سامنے نہیں ہوتی جو اس میں مشغول ہو تو بڑھتا چڑھتا ہی چلا جاتا ہے اس لئے گناہ بڑے سے بڑا اور زیادہ سے زیادہ ہوتا جاتا ہے بخلاف آمنے سامنے کہنے کے وہاں دوسرا بھی مدافعت کیلئے تیار ہوتا ہے اس لئے گناہ میں امتداد نہیں ہوتا، اس کے علاوہ کسی کے پیچھے اس کے عیوب کا تذکرہ اس لئے بھی بڑا ظلم ہے کہ اُس کو خبر بھی نہیں کہ مجھ پر کیا الزام لگایا جارہا ہے کہ اپنی صفائی پیش کرسکے۔

اور ایک حیثیت سے لمز زیادہ شدید ہے، کسی کے روبرو اُس کو برا کہنا اُس کی توہین وتذلیل بھی ہے، اور اس کی ایذا بھی اشد ہے اسی اعتبار سے اس کا عذاب بھی اشد ہے۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

شِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَلْمَشَّاءُ وْنَ بِالنَّمِيْمَةِ اَلْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ اَلْبَاغُوْنَ اَلْبُرَآءَ الْعَنَتَ.

یعنی اللہ کے بندوں میں بدترین وہ لوگ ہیں جو چغلخوری کرتے ہیں اور دوستوں کے درمیان فساد ڈلواتے ہیں، اور بے گناہ لوگوں کے عیب تلاش کرتے رہتے ہیں۔

تیسری خصلت جس پر عذاب کی وعید اس سورت میں آئی ہے وہ مال کی حرص اور محبت ہے اُسی کو آیت میں اس طرح سے تعبیر کیا ہے کہ حرصِ ومحبت مال کی وجہ سے اُس کو بار بار گنتا رہتا ہے۔ چونکہ

دوسری آیات و روایات اس پر شاہد ہیں کہ مطلقاً مال کا جمع رکھنا کوئی حرام و گناہ نہیں اس لئے یہاں بھی مراد وہ جمع کرنا ہے جس میں حقوق واجبہ ادا نہ کئے گئے ہوں یا فخر و تفاخر مقصود ہو یا اُس کی محبت میں منہمک ہو کر دین کی ضروریات سے غفلت ہو۔

تَطَّلِعُ عَلَى، الْأَفْئِدَةِ، یعنی یہ جہنم کی آگ دلوں تک پہنچ جائے گی۔ یوں تو ہر آگ کا خاصہ یہی ہے کہ جو چیز اس میں پڑے اس کے سبھی اجزاء کو جلا دیتی ہے انسان اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے سارے اعضاء کے ساتھ دل بھی جل جائے گا، یہاں جہنم کی آگ کی یہ خصوصیت اس لئے ذکر کی گئی کہ دنیا کی آگ جب انسان کے بدن کو لگتی ہے تو اُس کے دل تک پہنچنے سے پہلے ہی موت واقع ہو جاتی ہے بخلاف جہنم کے کہ اُس میں موت تو آتی نہیں تو دل تک آگ کا پہنچنا بحالت حیات ہوتا ہے اور دل کے جلنے کی اذیت اپنی زندگی میں انسان محسوس کرتا ہے۔

☆☆☆

الحمد للہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

کی تازہ تالیف شائع ہو کر منظر عام پر آگئی ہے۔
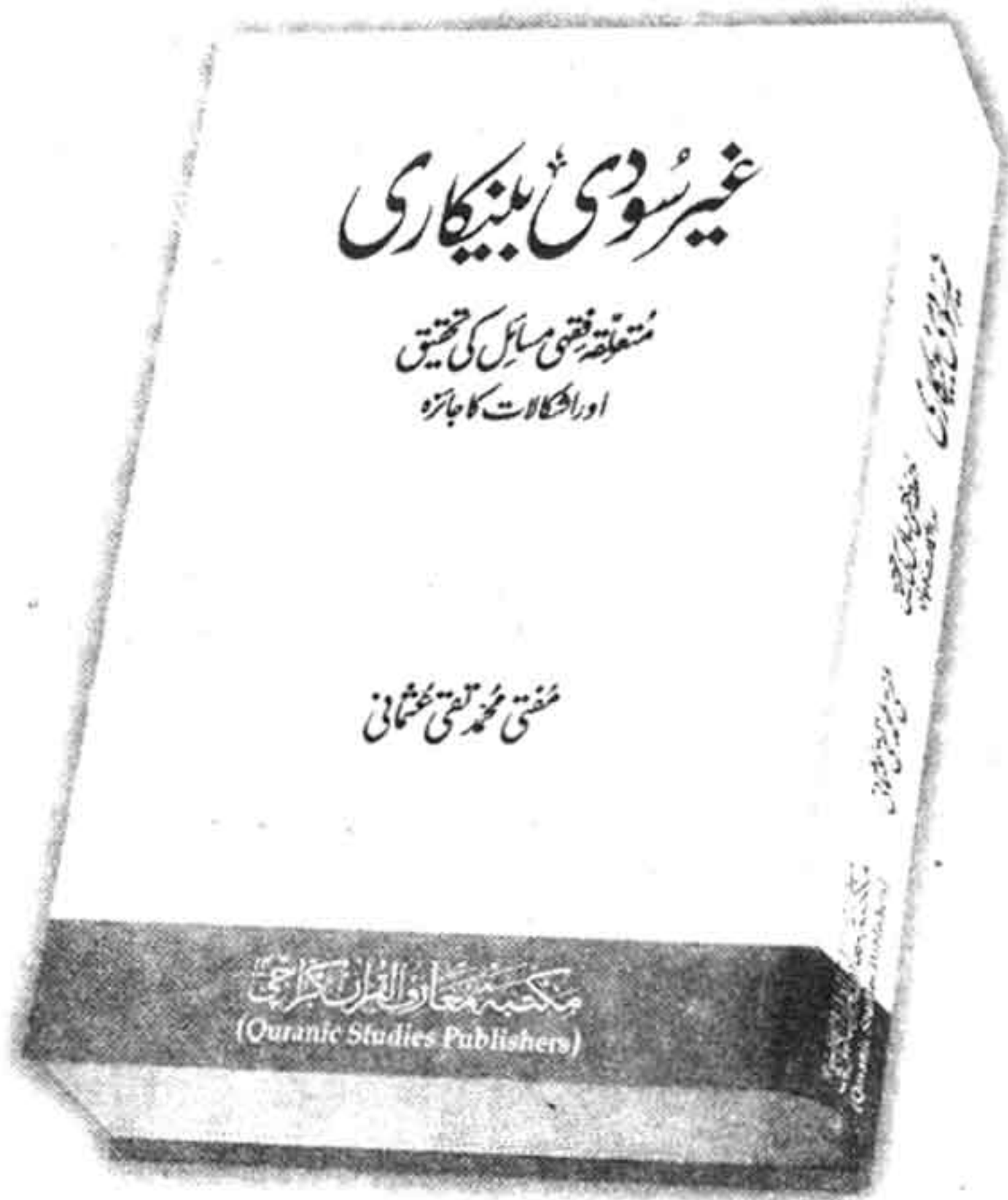
حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم
ضبط وترتیب:۔ عدنان ضمیر مراز

رمضان میں بخشش سے محروم کرنے والے کام

رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کا درج ذیل خطاب اصلاحی مجالس جلد اول میں چھپا ہوا ہے، اس کے چند منتخب حصے یہاں شائع کئے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

رسول اللہ ﷺ کی بددعا کا مصداق کون؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

رَغِمَ اَنفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انسَلَخَ قَبلَ اَنْ یُغْفَرَ لَه'.

(ترمذی بحوالہ خطبات الاحکام، ص: ۲۸۴)

ترجمہ:۔ ''خاک آلود ہو جائے (مٹی میں مل جائے) ناک اس شخص کی جس پر رمضان آیا پھر رمضان ختم ہوگیا اور اس کی مغفرت نہ ہوئی۔''

رمضان المبارک میں جس آدمی کی مغفرت نہ ہوئی اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بددعا کی کہ اس کی ناک مٹی میں مل جائے، ذلیل اور رسوا ہو جائے وہ شخص جس پر رمضان آیا اور پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ یہ بڑی اہم حدیث ہے، مغفرت کیوں نہ ہوئی؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو مغفرت کے اعلانات تھے اور اللہ تعالیٰ نے مغفرت کے بے شمار راستے کھول رکھے تھے اسکی اگر مغفرت نہیں ہوئی تو اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ اس نے کوشش ہی نہیں کی، اس نے ارادہ ہی نہیں کیا، ذرا سی بھی ہمت نہیں کی، ذرا سی بھی کوشش کر لیتا تو گناہوں سے معافی مل جاتی مگر اس نے ان تمام اعلانات اور وعدوں کو ایک کان سے سنا اور دوسرے کان سے اُڑا دیا اور کوئی عمل کر کے نہیں دیا، تو اس وجہ سے اسکی مغفرت نہیں ہوئی، تو حضور ﷺ نے مزید بددعا دے دی کہ ایسا آدمی ذلیل ورسوا ہو جائے، ایسا آدمی واقع میں اس قابل ہے کہ ذلیل ورسوا ہو کیونکہ رمضان میں مغفرت کے ایسے ایسے بہانے اللہ تعالیٰ نے طے کر رکھے تھے اور بتا رکھے تھے کہ چھوٹے سے چھوٹے نیک عمل پر گناہوں کی معافی تھی اور کبیرہ گناہوں کی معافی کیلئے سچی توبہ کر لینی چاہئے کیونکہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں

ہوتے۔

نیک نیتی شرط ہے

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں مغفرت کے ایسے ایسے بہانے رکھے ہیں کہ جو شخص اپنی مغفرت نہ کرائے، وہ بہت ہی ناقدرا اور ناشکرا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”جو لوگ رمضان کے روزے ایمان و احتساب کے ساتھ رکھیں گے، ان کے سب گزشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے اور ایسے ہی جو لوگ نیک نیتی کے ساتھ رمضان کی راتوں میں تراویح و تہجد پڑھیں گے ان کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے اور اسی طرح جو لوگ شب قدر میں ایمان و احتساب کے ساتھ نوافل پڑھیں گے ان کے بھی سارے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے“۔ (متفق علیہ بحوالہ معارف الحدیث، ج:۴،ص:۸۰)

درحقیقت یہ معافی کے اور بخشش کے بہانے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے روزے رکھنے، تراویح اور نوافل پڑھنے پر عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے لیکن اس حدیث میں اور اس جیسی دوسری حدیثوں میں جن گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، اس سے مراد گناہ صغیرہ کی معافی ہے جبکہ گناہ کبیرہ سچی توبہ کرنے سے معاف ہوسکتے ہیں۔

امت محمدی ﷺ کی بخشش کا وعدہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور ﷺ سے ایک وعدہ فرمالیا ہے کہ:

وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى. (سورۃ الضحیٰ، آیت ۵)

ترجمہ:۔”آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی اور خوش ہوجائیں گے“۔

اللہ رب العالمین نے رسول اللہ ﷺ کو راضی کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے اور رحمت اللعالمین، شفیع المذنبین ہمارے ماوا و ملجا رسول اللہ ﷺ، اپنی امت پر ایسے مہربان ہیں کہ جب تک ایک امتی بھی جہنم میں ہوگا وہ راضی نہیں ہوں گے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو راضی کرنے کیلئے بخشش کے لاتعداد ایسے بہانے رکھے ہیں کہ یہ کام کرلو تو بخش دیں تاکہ ہمارے محبوب رسول ﷺ سے جو وعدہ ہم نے کیا ہے وہ پورا ہوجائے لیکن جو بدبخت ایسا ہے کہ وہ اس وعدہ میں داخل ہی نہیں ہونا چاہتا تو اس کا کوئی علاج نہیں اس کے بارے میں تو خود رحمت اللعالمین ﷺ نے بددعا فرمائی ہے۔

اپنا محاسبہ کریں

رمضان تو ختم ہورہا ہے، اپنا احتساب کریں کہ رمضان میں اللہ تعالیٰ نے جو ثواب اور بخشش کے

راستے اور موقعے عطا فرمائے تھے میں نے ان سے کتنا فائدہ حاصل کیا؟ کہیں خدانخواستہ! میں ان لوگوں میں شامل تو نہیں ہوں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بددعا فرمائی ہے۔

خاص طور سے ایک اور بات کو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رمضان میں روزے کی حالت میں غیبت کرتا ہے وہ اپنے روزہ کو خراب کردیتا ہے یعنی اس کو روزے کا ثواب نہیں ملتا لیکن فرض تو ادا ہوجاتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے روزوں میں کہیں غیبتیں تو نہیں کررکھیں۔

بخشش نہ ہونے کی پہلی وجہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جن دو آدمیوں کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف بغض وعناد اور کینہ ہو ان کی بخشش لیلۃ القدر میں بھی نہیں ہوتی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کہیں ہمارے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے کینہ تو نہیں ہے کہ ہم اس کو نقصان پہنچانے کی فکر میں ہوں اور وہ ہم کو نقصان پہنچانے کی فکر میں ہو یا اس کو نقصان پہنچے تو ہمیں خوشی ہو اور ہمیں نقصان پہنچے تو اس کو خوشی ہو۔ اس کا جائزہ لینا چاہئے کہ خدانخواستہ ہماری ایسی کسی سے دشمنی تو نہیں، تو جائزہ لینے کا ابھی بھی وقت ہے۔

بخشش نہ ہونے کی دوسری وجہ

اسی طریقے سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ماں باپ کا نافرمان ہو اور ان سے بدسلوکی کرنے والا ہو، اس کی مغفرت لیلۃ القدر میں بھی نہیں ہوگی یعنی ماں باپ کے نافرمان کی پورے رمضان میں مغفرت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ العیاذ باللہ۔ ہم میں سے ہر ایک اپنا جائزہ لے کہ کسی نے اپنے ماں باپ کو ستا تو نہیں رکھا یا وہ ماں باپ کے ساتھ بدسلوکی تو نہیں کررہا اور اس کے ماں باپ اس سے ناراض تو نہیں ہیں۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ ماں باپ کی اطاعت اسی حد تک لازم ہے جس حد تک اللہ کی نافرمانی لازم نہ آئے، اگر ماں باپ کسی ناجائز کام کا حکم دیں تو اس میں ان کی اطاعت نہیں کی جائیگی مثلاً ماں باپ اگر یہ حکم دیں کہ جو بیوی کے لازمی حقوق ہیں وہ ادا نہ کرو یا اولاد کے حقوق ادا نہ کرو یا رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرو اس میں ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔ نماز جماعت سے نہ پڑھو، داڑھی نہ رکھو، بیوی کو پردہ نہ کراؤ، وغیرہ وغیرہ تو ناجائز کاموں میں ماں باپ کی اطاعت نہیں ہے ہاں اگر جائز کاموں کا حکم دیتے ہیں تو پھر ان کا حکم ماننا واجب ہوجاتا ہے۔

اگر کسی کے والدین کا انتقال ہوگیا ہے اور اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کے ماں باپ اس سے خوش نہیں

تھے تو اب اس کا ایک ہی علاج ہے کہ ماں باپ کیلئے ایصال ثواب کرے، صدقہ خیرات کرے، تلاوت کرے اور ان کی مغفرت کیلئے دعائیں کرتا رہے۔ یہاں تک کہ یہ محسوس ہو کہ میرے ماں باپ مجھ سے راضی ہو گئے ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ والدین کی نافرمانی کا گناہ معاف ہو جائے گا۔

جمعۃ الوداع......احتساب کا دن

جمعۃ الوداع احتساب کا دن ہے، اپنا اپنا احتساب کریں، اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھئے کہ رمضان میں بخشش کے دروازے کھلے ہوئے تھے لیکن بخشش کی راہ میں جو رکاوٹیں تھیں ان رکاوٹوں میں سے ہم کسی رکاوٹ کا شکار تو نہیں ہیں اگر ایسا ہے تو اس رکاوٹ کو دور کر لیجئے۔ کوشش اور ہمت کرنے سے گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

بخشش نہ ہونے کی تیسری وجہ

اسی طریقے سے اگر کسی کی آمدنی حرام کی ہے اور اس بیچارے نے روزہ بھی رکھا اور تراویح بھی پڑھی، تو یہ بڑی خوفناک بات ہے اس لئے کہ حرام آمدنی کے بارے میں تو حضور ﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ جسم کا جو حصہ حرام آمدنی سے پرورش پاتا ہے اس کا ٹھکانہ سوائے جہنم کے اور کچھ نہیں ہے۔ خدانخواستہ کوئی رشوت لیتا ہے یا ناپ تول میں کمی کرتا ہے یا تجارت میں دھوکہ بازی کرتا ہے یا ملازمت میں ڈیوٹی پوری نہیں دیتا اور تنخواہ پوری لیتا ہے، کام چوری کرتا ہے یا حرام ملازمت کرتا ہے، ایسی جگہ ملازمت کرتا ہے جس میں سود کا لین دین ہوتا ہے سود کا حساب کتاب کرنا پڑتا ہے ایسی ملازمت بھی حرام ہے اور ایسی تنخواہ بھی حرام ہے۔ جائزہ لیں! جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اب بھی وقت ہے، توبہ کر لیں۔

صدقہ خیرات سے مال میں کمی نہیں ہوتی

حدیث میں آتا ہے کہ صدقہ خیرات سے پیسے میں کمی نہیں آتی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میرے پاس ایک لاکھ روپے ہیں اور میں نے ڈھائی ہزار زکوٰۃ کے نکال دیے یا اور نفلی صدقہ بھی کچھ نکال دیا تو کمی آ گئی، پہلے ایک لاکھ تھے اب ساڑھے ستانوے ہزار روپے رہ گئے۔ حدیث کہہ رہی ہے کہ کمی نہیں آتی۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ روپے کا جو مقصد اور فائدہ ہے اس میں کمی نہیں آتی، روپے کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کو راحت ملے، اس کی ضروریات زندگی عزت، خوشی اور اطمینان کے ساتھ پوری ہو جائیں تو اس مقصد میں صدقہ دینے سے کمی نہیں آتی۔ بلکہ برکت ہو جاتی ہے یعنی تھوڑے پیسے سے زیادہ کام ہو جاتے ہیں۔

حرام ملازمت چھوڑنے کی کوشش کریں

یہ مسئلہ بڑا ٹیڑھا ہے، اگر بینک کی ملازمت ہے تو بینکوں میں سہولتیں بھی زیادہ ملتی ہیں اور تنخواہ بھی زیادہ ملتی ہے، فوراً ملازمت چھوڑنا آسان بھی نہیں ہوتا، لیکن ایک کام فوراً کیا جاسکتا ہے کہ ابھی سے یہ عزم کرلیں کہ جیسے ہی مجھے کوئی حلال روزگار ملے گا میں فوراً اس حرام ملازمت کو چھوڑ دوں گا اور دُعا بھی کریں کہ یا اللہ! اس عزم میں مجھ کو کامیابی عطا فرما اور کوشش میں بھی لگ جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ اس طریقے سے اس حرام نوکری سے بھی بچ جائیں گے۔

روزی میں بے برکتی کا واقعہ

حرام آمدنی گنتی میں چاہے کتنی ہی زیادہ ہو لیکن اس میں برکت بالکل بھی نہیں ہوتی۔ ہمارے ایک دوست ہم سے کہہ رہے تھے کہ مجھے اکتالیس ہزار روپے تنخواہ ملتی ہے لیکن ابھی تک میں شادی نہیں کرسکا اور میرے اوپر تیئیس لاکھ روپے کا قرضہ ہے اور آج تک ہمارے گھر کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا اور تنگ دستی رہتی ہے اور کہتے ہیں مجھے پتہ نہیں چلتا کہ اکتالیس ہزار کہاں چلے جاتے ہیں، یہ سب حرام کی آمدنی کا نتیجہ ہے۔ حلال آمدنی والے اکتالیس سو روپے کے ملازم سے پوچھ لو، اس کی زندگی اس سے زیادہ بہتر ہوگی، اس کی شادی بھی ہوگئی ہوگی، اس کے اوپر تیئیس لاکھ روپے کا قرضہ بھی نہیں ہوگا اور آرام کی زندگی گزار رہا ہوگا، حرام آمدنی سے صرف گنتی بڑھتی ہے لیکن برکت بالکل بھی نہیں ہوگی اور آدمی کو شیطان خوش کرتا ہے کہ دیکھو! تمہیں اتنے ہزار روپے مل گئے۔ قرآن کریم نے کہہ دیا:

يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ (سورة البقره آيت ۲۷۶)

ترجمہ:۔ "ربا کو تو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے"۔

صدقہ خیرات سے مال میں کمی نہیں ہوتی

حدیث میں آتا ہے کہ صدقہ خیرات سے پیسے میں کمی نہیں آتی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میرے پاس ایک لاکھ روپے ہیں اور میں نے ڈھائی ہزار زکوٰۃ کے نکال دیے یا اور نفلی صدقہ بھی کچھ نکال دیا تو کمی آ گئی، پہلے ایک لاکھ تھے اب ساڑھے ستانوے ہزار روپے رہ گئے۔ حدیث کہہ رہی ہے کہ کمی نہیں آتی۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ روپے کا جو مقصد اور فائدہ ہے اس میں کمی نہیں آتی، روپے کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کو راحت ملے، اس کی ضروریات زندگی عزت، خوشی اور اطمینان کے ساتھ پوری ہو جائیں تو اس مقصد میں صدقہ دینے

سے کمی نہیں آتی۔ بلکہ برکت ہو جاتی ہے یعنی تھوڑے پیسے سے زیادہ کام ہو جاتے ہیں۔

حرام مال میں بے برکتی کی مثال

کسی حلال آمدنی کمانے والے کو بخار ہوا اور اس نے ڈاکٹر کو دکھایا اور بیس پچیس روپے کی دوالی تو صحت ہوگئی۔ دوسرے حرام آمدنی والے کو وہی بخار آیا اور بگڑ گیا، ٹائیفائیڈ بن گیا، اسی طرح ایک مہینہ گذر گیا، اسپشلسٹوں کے چکر میں، ٹیسٹوں اور رپورٹوں کے چکر میں، اس میں تیس چالیس ہزار روپے خرچ ہو گئے تو حلال آمدنی والے کو بھی بخار ہوا اور حرام آمدنی والے کو بھی بخار ہوا۔ حلال آمدنی والے کا بیس پچیس روپے میں علاج ہو گیا اور حرام آمدنی والے کا تیس چالیس ہزار روپے میں علاج ہوا تو حرام آمدنی وہ ہوتی ہے جس میں برکت نہیں ہوتی اور حلال آمدنی میں برکت ہوتی ہے لہٰذا اگر آدمی روزہ رکھے، اور حرام آمدنی سے افطار کرے، تو یہ بڑی خطرناک بات ہے اور حرام کمانے سے بھی اجتناب کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔ آمین۔

عید کی شاپنگ جائز ہے......لیکن؟

دوسری بات یہ ہے کہ وہ رات جس کی صبح کو عید ہوگی اس رات کو لیلۃ العید یا لیلۃ الجائزہ کہتے ہیں اور ہماری اصطلاح میں چاند رات کہتے ہیں ہمارے ہاں چاند رات کا مطلب صرف یہ ہے کہ عید کی شاپنگ کرلو، بس خریداری کیلئے بازار میں نکلنا ہے اور کچھ نہیں تو بازار کی رونق کا تماشہ ہی دیکھنے کیلئے سڑکوں پر پھر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پیسے دیئے ہیں تو اپنے بچوں اور اپنے گھر والوں کو خوش کرنے کیلئے شاپنگ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی چادر دی ہے اتنے پاؤں پھیلانے کی گنجائش ہے، اچھے سے اچھا پہنئے، اچھے سے اچھا کھائیے اور خوشیاں منائیے لیکن اس میں اتنا لحاظ رہے کہ رمضان میں جتنی ثواب کی کمائی کی تھی وہ ساری پونجی اس رات میں گناہوں میں نہ گنوادی جائے۔ لیلۃ العید میں عام طور سے یہ قصے پیش آجاتے ہیں کہ رات کو عموماً عشاء کی نماز اور صبح فجر کی نماز جماعت سے رہ جاتی ہے اور بعضوں کی قضاء بھی ہو جاتی ہے ایک تو اس رات نماز باجماعت کا اہتمام رہے۔ دوسرا یہ کہ عورتوں اور مردوں کا کھوے سے کھوا چلتا ہے اور بے پردگی کا دور دورا ہوتا ہے، لیلۃ العید میں ان بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

فضول خرچی کی بدترین صورت

تیسری بات یہ کہ عید کی شاپنگ کرنے میں اسراف اور فضول خرچی نہ کی جائے، اور سب سے

بدتر فضول خرچی یہ ہے کہ آدمی قرضے لے کر اپنی چادر سے زیادہ خرچ کرلے، قرضہ لینا مجبوری کے بغیر جائز نہیں، قرض لینا ذلت ہے اور اس سے بے برکتی بھی ہوتی ہے، قرضے لے کر آدمی عید کی تیاری کرے یہ کوئی دانش مندی اور دینداری کی بات نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ عید کے دن تمہارے پاس جو بہتر سے بہتر کپڑا ہو وہ پہنو، ٹھیک ہے بہتر سے بہتر کپڑا جو آپ کے پاس ہو وہ پہنئے لیکن یہ کہیں نہیں کہا کہ تم قرضے لے کر پہنو اور اب تو ہمارے معاشرے میں کیا ہو رہا ہے کہ پولیس والے رشوت اور بھتہ مانگتے ہیں کہ عید کی عیدی دے دو، عید کی تیاری کیلئے پیسے دے دو اور پولیس کی دیکھا دیکھی میں بہت سارے لوگ بھی بھتہ مانگتے ہیں۔ ٹی ٹی دکھا کر چوری اور ڈکیتیاں کرتے ہیں کہ عید کی خریداری کیلئے پیسے دے دو۔ اس طرح حرام کماتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس حرام خوری سے ہمارے اس معاشرے کو نجات عطا فرمائے اور ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔

لیلۃ العید کی عبادت کا ثواب

لیلۃ العید کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس رات کی عبادت کا تقریباً لیلۃ القدر کے برابر برابر ثواب ہے اور فرمایا اس رات میں جو شخص نیک نیتی سے قیام کرے گا یعنی عبادت کرے گا تو اس کا دل اس دن نہیں مرے گا، جس دن سارے دل مرجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس رات میں عبادت کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ یہ بڑی فضیلت والی رات ہے اگر کسی کو ہمت نہیں ہے وہ اتنا تو کرلے کہ عشاء کی نماز اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھے۔ جو شخص اتنا بھی کام کرلے وہ بھی اس رات کی برکت سے محروم نہیں رہتا۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

> ''جس شخص نے نماز عشاء باجماعت پڑھی تو گویا وہ آدھی رات تک نماز پڑھتا رہا اور جس نے صبح کی نماز یعنی نماز فجر جماعت سے پڑھی تو گویا اس نے تمام رات نماز پڑھی۔''
> (مسلم بحوالہ ریاض الصالحین، ج ۲، ص ۷۸)

اس رات گناہوں سے بچنے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔

صدقۃ الفطر کی ادائیگی کا اہتمام کریں

صدقۃ الفطر بھی ایک اہم عبادت ہے اور اس میں بہتر یہ ہے کہ عید کی نماز کیلئے جانے سے پہلے پہلے صدقۃ الفطر ادا کردیا جائے اگر کوئی عید کی نماز سے پہلے صدقۃ الفطر ادا نہ کرسکے تو بعد میں ادا

کرے۔ صدقۃ الفطر فی کس دو سیر گندم کی رقم کے برابر ہوتا ہے۔ گھر میں جتنے بھی بالغ افراد ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ اپنا صدقۃ الفطر ادا کریں اور باپ پر اپنی نابالغ اولاد کا صدقۃ الفطر ادا کرنا واجب ہے، لیکن بالغ اولاد کی طرف سے نہیں، بالغ اولاد اپنا صدقۃ الفطر خود ادا کرے لیکن اگر باپ ادا کرے اور بتادے اولاد کو کہ تمہاری طرف سے صدقۃ الفطر میں ادا کررہا ہوں تو یہ جائز ہے۔ بیوی کی طرف سے شوہر پر لازم نہیں ہے کہ وہ صدقۃ الفطر ادا کرے، بیوی پر الگ سے واجب ہے اگر شوہر ادا کرنا چاہے تو اچھی بات ہے اور ایسا کرنا بھی چاہئے کیونکہ ہمارے ہاں خواتین کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا، شوہر ہی جو کچھ بیچاریوں کو دیتا ہے وہ ان کو مل جاتا ہے تو صدقۃ الفطر کا بھی اہتمام ہونا چاہئے۔

عید الفطر کی سنتیں

عید کی نماز کی ایک سنت یہ ہے کہ مسجدوں کے بجائے کھلے میدانوں میں عید کی نمازیں پڑھی جائیں، رسول اللہ ﷺ پانچوں وقت کی نماز تو مسجد نبوی میں پڑھا کرتے تھے جہاں ایک نماز کا ثواب کم از کم ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے اور بعض روایتوں میں اس سے بھی زیادہ ہے لیکن عید کی نماز آپ ﷺ مسجد نبوی میں نہیں پڑھتے تھے، عید کی نماز کیلئے آپ ﷺ باہر میدان میں نکلتے تھے اور وہاں عید کی نماز ادا فرماتے تھے، بہتر یہی ہے کہ عید کی نماز مسجدوں کے بجائے میدانوں میں ادا کی جائے۔ لیکن اب چونکہ بڑے بڑے شہروں میں آبادی کی کثرت ہے اور اتنے میدان ہر جگہ ہیں ہی نہیں، اس واسطے عید کی نماز مسجدوں میں پڑھنی پڑتی ہے اور وہ بھی جائز ہے لیکن جہاں کہیں میدان میسر ہوں وہاں میدانوں میں نماز عید کا اہتمام ہونا چاہئے اور جب عید کی نماز کیلئے جائیں تو واپسی دوسرے راستے سے ہو اور عید الفطر کی نماز کو جاتے ہوئے تکبیر تشریق بھی آہستہ آہستہ پڑھیں۔ تکبیر تشریق یہ ہے:

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد.

اللہ تعالیٰ ان رمضان کے روزوں کو، تلاوت کو، تراویح کو قبول فرمائے اور آنے والی عید کو ہمارے لئے اور عالم اسلام کیلئے مبارک کرے۔

❁❁❁❁

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

کے گرانقدر اور زندگی کا نچوڑ اہم موضوعات کیسٹوں کی شکل میں

- ☆ درس بخاری شریف (مکمل) 300 کیسٹوں میں
- ☆ کتاب البیوع درس بخاری شریف عصر حاضر کے جدید مسائل (معاملات) پر سیر حاصل بحث
- ☆ **أصول افتاء للعلماء والمتخصصين** 6 کیسٹوں میں
- ☆ دورۂ اقتصادیات 20 کیسٹوں میں
- ☆ دورۂ اسلامی بینکاری 5 کیسٹوں میں
- ☆ دورۂ اسلامی سیاست 15 کیسٹوں میں
- ☆ تقریب تکملہ فتح الملہم 1 عدد
- ☆ علماء اور دینی مدارس (بموقع ختم بخاری 1415ھ) 1 عدد
- ☆ جہاد اور تبلیغ کا دائرہ کار
- ☆ افتتاح بخاری شریف کے موقع پر تقریر دل پذیر
- ☆ زائرین حرمین کے لئے ہدایات
- ☆ زکوۃ کی فضیلت واہمیت
- ☆ والدین کے ساتھ حسن سلوک 3 کیسٹوں میں
- ☆ امت مسلمہ کی بیداری
- ☆ جوش وغضب، حرص طعام، حسد، کینہ اور بغض، دنیائے مذموم، فاستبقوا الخیرات، عشق عقلی وعشق طبعی، حب جاہ وغیرہ اصلاحی بیانات اور ہر سال کا ماہ رمضان المبارک کا بیان۔
- ☆ اصلاحی بیانات۔ بمقام جامعہ دارالعلوم کراچی، تسلسل نمبر 1 تا 300 کیسٹوں میں 1430ھ تک۔

فقہ المعاملات کی خصوصیات ﴿انعام الباری جلد ۶، ۷﴾

از: شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی

معاملات کے میدان میں دین سے دوری کی وجہ

معاملات کے میدان میں دین سے دوری کی وجہ یہ تھی کہ چند سو سالوں سے مسلمانوں پر غیر ملکی اور غیر مسلم سیاسی اقتدار مسلط رہا اور اس غیر مسلم سیاسی اقتدار نے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اس بات کی تو اجازت دی کہ وہ اپنے عقائد پر قائم رہیں اور مسجدوں میں عبادات انجام دیتے رہیں، اپنی انفرادی زندگی میں عبادات کا اہتمام کریں لیکن زندگی میں تجارت (Business) ومعیشت (Economy) کے جو عام کام ہیں وہ سارے کے سارے ان کے اپنے قوانین کے تحت چلائے گئے اور دین کے معاملات کے احکام کو زندگی سے خارج کر دیا گیا، چنانچہ مسجد ومدرسہ میں تو دین کا تذکرہ ہے لیکن بازاروں میں، حکومت کے ایوانوں میں اور انصاف کی عدالتوں میں دین کا ذکر اور اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔

یہ سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا جب سے مسلمانوں کا سیاسی اقتدار ختم ہوا اور غیر مسلموں نے اقتدار پر قبضہ کیا۔ چونکہ اسلام کے جو معاملات سے متعلق احکام ہیں وہ عمل میں نہیں آرہے تھے اور ان کا عملی چلن دنیا میں نہیں رہا اس لئے لوگوں کے دلوں میں ان کی اہمیت گھٹ گئی اور ان پر بحث ومباحثہ اور ان کے اندر تحقیق واستنباط کا میدان بھی بہت محدود ہو کر رہ گیا۔ لیکن اس وقت اللہ جل جلالہ کے فضل وکرم سے سارے عالم میں ایک شعور پیدا ہو رہا ہے اور وہ شعور یہ ہے کہ جس طرح ہم اپنی عبادتیں شریعت کے مطابق انجام دینا چاہتے ہیں اسی طرح اپنے معاملات کو بھی شریعت کے سانچے میں ڈھالیں، یہ قدرت کی طرف سے ایک شعور ہے جو ساری دنیا کے مسلمانوں میں رفتہ رفتہ پیدا ہونا شروع ہوا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض ایسے لوگ جن کی ظاہری شکل وصورت اور ظاہری وضع قطع کو دیکھ کر دور دور تک یہ گمان بھی نہیں ہوتا تھا کہ یہ متدین ہوں گے لیکن اللہ جل جلالہ نے ان کے دل میں حرام مال کی نفرت اور حلال مال کی طرف رغبت پیدا فرمادی۔

اب وہ اس فکر میں ہیں کہ کسی طرح ہمارے معاملات شریعت کے مطابق ہو جائیں وہ اس تلاش میں ہیں کہ کوئی ہماری رہنمائی کرے، لیکن اس میدان میں رہنمائی کرنے والے کم ہو گئے۔ ان کے مزاج ومزاق کو سمجھ کر ان کے معاملات اور اصطلاحات کو سمجھ کر جواب دینے والے بہت کم ہو گئے اس وقت ضرورت تو بہت بڑی ہے لیکن اس ضرورت کو پورا کرنے والے افراد بہت کم ہیں۔

اس لئے میں عرصہ دراز سے اس فکر میں ہوں کہ دینی مدارس کے تعلیمی نصاب میں "فقہ المعاملات" کو خصوصی اہمیت دی جائے، یہ بہت ہی اہمیت والا باب ہے اس لئے خیال یہ ہے کہ " کتاب البیوع" سے متعلقہ جو مسائل سامنے آئیں انہیں ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جائے تاکہ کم از کم ان سے واقفیت ہو جائے۔ بہر حال انعام الباری جلد ۶، ۷ انہی اہم ابحاث پر مشتمل ہے۔

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

قومیت وصوبائیت
اور زبان ورنگ کے تعصب کی اصلاح

(آخری قسط نمبر ۲)

خاندان وقبائل کا مقصد صرف تعارف ہے

قرآن پاک میں ہے:

﴿اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَجَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا﴾

(سورۃ الحجرات، آیۃ: ۱۳)

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا یعنی آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام سے وَجَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ اور ہم نے تم کو مختلف خاندانوں میں تقسیم کر دیا لیکن یہ تقسیم ایک دوسرے پر فخر کے اظہار کے لیے نہیں بلکہ اس کا مقصد ہے لِتَعَارَفُوۡا تاکہ تم کو ایک دوسرے کا تعارف حاصل ہو سکے۔ لیکن ہم لوگوں نے بجائے تعارف کے تفاضل اور تفاخر شروع کر دیا۔ اس آیت سے یہ مسئلہ نکلا کہ اپنے خاندان پر، اپنی برادری پر، اپنے القاب پر فخر کرنا نادانی ہے اور مقصدِ تعارف کے خلاف ہے۔ اس وقت مجھے بس یہ تھوڑی سی نصیحت کرنی ہے کہ لِتَعَارَفُوۡا کا خیال رکھیے۔ تفاخر و تفاضل جائز نہیں کیونکہ تفریقِ شعوب وقبائل سے اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے تعارف ہو جائے کہ یہ فلاں خاندان سے ہے، وہ فلاں قبیلہ سے ہے۔ خاندان وقبائل سببِ عزت وشرف نہیں ہیں۔ پھر عزت وشرف کس چیز میں ہے؟ آگے ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ جو جتنا زیادہ متقی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا ہی زیادہ معزز ہے۔ (ماخوذ از: معارف ربانی)

جنت میں کوئی صوبہ نہیں

جنت میں کوئی ملک اور کوئی صوبہ نہیں ہے، نہ وہاں فرانس ہے نہ امریکہ نہ ہندوستان نہ بنگلہ دیش نہ پنجاب نہ سندھ نہ بلوچستان لہٰذا جن کو جنت میں جانا ہے ان کے دل میں عصبیت نہیں ہوتی۔ یہی علامت

ہوتی ہے کہ یہ جنتی لوگ ہیں اور جنت میں سب کی زبان عربی ہوگی اور جو عربی نہیں پڑھا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو سکھا دیں گے، ہر جنتی عربی بولے گا۔ وہاں قومیت، صوبائیت لسانیت نہیں ہوگی کہ پنجاب کا رہنے والا پنجابی بول رہا ہے، سندھ کا باشندہ سندھی بول رہا ہے، گجرات کا گجراتی بول رہا ہے۔ وہاں سب عربی بولیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَجَبَتْ مَحَبَّتِی لِلْمُتَحَآبِّیْنَ فِیَّ وَ الْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَ الْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَ الْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ﴾ (مؤطا مالک، کتاب الجامع، باب ما جاء فی المتحابین فیؒ، ص: ۳۲۷)

میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہو جاتی ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں، ان کی آپس میں محبت کا سبب میں ہوں، نہ رشتہ داری، نہ قرابت داری، نہ بزنس پارٹنری کسی قسم کا رشتہ نہیں، نہ ملکی، نہ علاقائی، نہ لسانی، کوئی انگریزی بول رہا ہے، کوئی عربی بول رہا ہے، کوئی اردو مگر میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کر رہے ہیں تو ان کو اپنی محبت عطا کرنا میرے ذمہ واجب ہو جاتا ہے ؎

میں ڈھونڈتا ہوں تجھ کو محبت کہاں ہے تو
اک قلبِ شکستہ ترے قابل لیے ہوئے

قیامت کے دن اعلان ہوگا اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِیَّ کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے، ان کی زبان ایک نہیں تھی، علاقے ایک نہیں تھے، قومیت ایک نہیں تھی، خاندان ایک نہیں تھا، لیکن صرف میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے وہ لوگ میرے عرش کے سائے میں آجائیں۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ کیلئے آپس میں محبت کرنے والوں کو جنت میں عرش اعظم کی چھت کا جو سایہ ملے گا وہ سایہ میدان محشر ہی میں مل جائے گا اور ان کا کوئی حساب نہیں ہوگا۔

زبان اور رنگ...... اللہ تعالیٰ کی دو عظیم الشان نشانیاں

تھانہ بھون میں حضرت تھانوی نے ایک شخص کا خط پڑھا جو بنگال سے آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ ہم بہت ''ہانستا'' ہے اس کا علاج بتائیے۔ حضرت کی مجلس میں ایک صاحب نے کہا کہ یہ بنگالی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارے اس جملے سے حقارت کی بو آرہی ہے کہ تم نے اہلِ بنگال اور ان کی زبان کو حقیر سمجھا لہٰذا تم جا کر دوبارہ کلمہ پڑھو اور دو رکعات نمازِ توبہ پڑھو۔ لہٰذا زبان کو حقیر سمجھنا اس لیے حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ اے دنیا والو! تمہاری زبانوں اور

تمہارے رنگوں کا اختلاف، میری نشانی ہے اور نشانی سے پہچان ہوتی ہے یعنی تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف میری معرفت کا ذریعہ ہے۔ کسی زبان کو یا کسی رنگ کو مثلاً کالوں کو حقیر سمجھنا اس میں اندیشۂ کفر ہے۔ ایک شخص کسی بونے کو دیکھ کر ہنسنے لگا تو اس نے کہا کہ پیالے پر ہنس رہے ہو یا کمہار پر۔ پیالہ پر ہنسنا، پیالہ بنانے والے پر ہنسنا ہے، کسی کی بنائی ہوئی چیز کا مذاق اُڑانا گویا کہ بنانے والے کا مذاق اُڑانا ہے۔

اس آیت کے ذیل میں مُجَدِّدِ زمانہ حکیم الامت کا مذکورہ بالا عمل ہماری تائید کرتا ہے۔ ہر انسان خواہ کسی رنگ کا ہو اور کسی زبان کا ہو اس میں ولی اللہ بننے کی صلاحیت موجود ہے، ایمان لے آئے اور تقویٰ اختیار کرے ولی اللہ ہو گیا لہٰذا عقلاً بھی کسی کو حقیر سمجھنا جائز نہیں۔ لیکن زبانوں کے بارے میں غیر شعوری طور پر شیطان حقارت ڈال دیتا ہے۔ اس کا خاص دھیان رکھنا چاہیے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آ جائے
حریمِ دل کا احمد اپنے ہر دم پاسباں رہنا

(ماخوذ از: خزائن شریعت وطریقت)

خوب سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری پہچان کسی زبان، کسی رنگ، کسی علاقے اور کسی قوم وغیرہ سے نہیں ہے بلکہ ہماری پہچان صرف مسلمان ہونا ہے۔ ایک غزوہ کے موقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گذر ایک قوم پر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے دریافت فرمایا کہ:

﴿مَنِ الْقَوْمُ﴾

آپ کی قومیت کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ:

﴿نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ﴾ (سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب ما يرجى من رحمة الله يوم القيامة، ص: ۸۱۳)

ہم سب مسلمان ہیں۔

پس عصبیت اور صوبائیت کہ یہ فلاں ہے، وہ فلاں ہے اس لیے فلاں، فلاں سے بہتر ہے یہ کفر کی نشانی ہے اور جنت سے محرومی کی علامت ہے۔ جو لوگ جنت میں جانے والے ہیں وہ عصبیت سے پاک ہوتے ہیں کیوں کہ جنت میں رنگوں کا اور زبانوں کا اختلاف نہیں ہے، جنت میں کوئی صوبہ نہیں ہے، جنت میں سب کی زبان عربی ہوگی، سب عربی بولیں گے۔ اب کوئی کہے کہ ہم تو عربی نہیں جانتے ہیں کیونکہ ہم عربی پڑھے ہوئے نہیں ہیں تو جواب یہ ہے کہ وہاں اللہ سکھا دے گا، جنت کی نعمتوں کا استعمال کرنے کا طریقہ اللہ الہام فرما دے گا۔ جنت کی نعمتیں ایسی ہیں:

﴿مَالاَ عَيْنٌ رَأَتْ وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلاَ خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ﴾

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجآء فی صفة الجنة، ج: ۱، ص: ۴۶۰)

کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں، نہ کسی قلب پر اس کا خیال گذرا لیکن جب اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا تو جنت یاد بھی نہ رہے گی کہ جنت کدھر ہے اور جنت کی حوریں کہاں ہیں، اللہ تعالیٰ کی زیارت میں ایسا مزہ آئے گا ؎

وہ سامنے ہیں نظامِ حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ.

(ماخوذ از: سفرنامہ حرمین شریفین)

خطاب :۔ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم
ضبط وترتیب : محمود حسن کملائی

علمِ دین کی حفاظت واشاعت کیلئے علمائے اسلام کی عظیم قربانیاں

(آخری قسط نمبر ۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

اصحابِ صُفہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، جو اصحابِ صفہ میں سب سے زیادہ ممتاز ہیں، یہ یمن سے اپنا وطن چھوڑ کر آئے تھے، اور مسافر تھے، پردیس میں آئے تھے لیکن مدینہ طیبہ ہی کو اپنا دیس بنالیا تھا، اور اس وقت اصحابِ صفہ کی حیثیت تقریباً ایسی ہی تھی جیسی آجکل ہمارے دینی مدرسوں کے طلباء کی ہوتی ہے، کہ یہ بھی اپنے آپ کو علمِ دین کیلئے وقف کردیتے ہیں، نہ ان کی کوئی تنخواہ ہے، نہ کوئی ملازمت ہے، نہ مزدوری ہے، نہ کوئی تجارت ہے، بس اللہ کے بھروسے پر مدرسوں میں آکر رہتے ہیں، اور شہر کے لوگ ان کی خدمت کرتے ہیں جس سے ان کے کھانے پینے کا انتظام ہوجاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر کئی کئی دن کا فاقہ بھی ہوجاتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ سُناتے ہیں کہ کئی دنوں کا فاقہ تھا، تو میں بھوک کی شدت۔ سے کمزوری کے باعث مسجد میں زمین پر پڑا ہوا تھا، اُٹھ نہیں سکتا تھا، بول نہیں سکتا تھا، آنکھیں بند تھیں، آنکھیں کھولنا بھی مشکل تھا، لوگ سمجھے کہ میں بیہوش ہوگیا ہوں، لیکن میں درحقیقت بیہوش نہیں تھا، سب کی باتیں سُن رہا تھا، ابوبکر صدیقؓ وہاں سے گزرے تو انہوں نے پہچان لیا کہ یہ بھوکا ہے، انہوں نے میرے کھانے کا انتظام کیا تو میری جان میں جان آئی۔

اس طریقے سے انہوں نے صفّے میں رہ کر رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں یاد کیں، اور اس طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کی تعداد پانچ ہزار سے زیادہ ہے، یہ سب سے بڑی تعداد ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں میں سے یاد کیں۔ اسی صفّے سے جو تعلیم آگے نکلی تھی اس سلسلے کو صحابہ کرام، تابعین اور تبعِ تابعین نے آگے چلایا۔

امام ربیعۃ الرائی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

امام مالکؒ کے مشہور استاذ ہیں ''حضرت ربیعۃ الرائیؒ''۔ حضرت ربیعۃ الرائی مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں، حدیث کے بھی امام ہیں اور فقہ کے بھی۔ انہوں نے کس طرح علم حاصل کیا؟ ان کے والد جن کا نام ''فروخ'' تھا کی جب ان کی ماں سے شادی ہوئی تو باپ بھی نوجوان تھے ماں بھی، چند ہی مہینے کے بعد باپ کو جہاد میں جانے کی ضرورت پیش آ گئی، جہاد میں جب جانے لگے تو بیوی نئی نویلی دلہن تھی، ابھی شادی کو کچھ ہی مہینے ہوئے تھے کہ ان کے شوہر کو جہاد میں جانا پڑ گیا، نئی نئی شادی ہوئی ہو تو بیوی کو چھوڑ کر جہاد میں چلے جانا آسان نہیں ہے، جہاد میں جاتے ہوئے اپنی نئی نویلی دلہن کو تیس ہزار دینار سپرد کئے، اور کہا کہ کچھ نہیں پتہ کہ میں جہاد سے زندہ واپس آؤں گا یا نہیں، یا شاید اللہ کے راستے میں مجھے شہادت ہی مِل جائے، یہ تیس ہزار دینار ہیں، تم اس کو تجارت میں لگا لینا، تا کہ تمہارا گزارہ چلتا رہے۔ چنانچہ یہ جہاد میں چلے گئے، جہاد میں جا کر ان کو کچھ ایسے حالات پیش آئے، (کیسے عجیب وغریب حالات ہوں گے! ہمیں نہیں معلوم کہ ان کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے تھے، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے تو یہ قاعدہ مقرر کر رکھا تھا کہ جو مجاہدین جہاد میں جاتے ہیں چار مہینے سے زیادہ وہ جہاد میں نہ لگائیں، چار مہینے کے بعد کچھ عرصہ کیلئے ضرور اپنے گھر واپس آ جائیں اور پھر دوبارہ جہاد میں واپس جائیں، تا کہ ان کے بیوی بچوں کیلئے ان کی جدائی ناقابلِ برداشت نہ ہو جائے۔ لیکن ان کے ساتھ کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ جہاد میں جا کر یہ ایسے لگے کہ پتہ نہیں کہیں گرفتار ہو گئے تھے، قید ہو گئے تھے یا کیا حالات تھے) کہ ان کو جہاد ہی میں پورے ستائیس سال گزر گئے اور اس دوران یہ گھر واپس نہ آ سکے۔ جب یہ جا رہے تھے تو بیوی امید سے تھی، پیٹ میں بچہ تھا، اسی وجہ سے تیس ہزار دینار دے کر یہ بھی کہا تھا کہ تم اسے تجارت میں لگا لینا اور بچے کی ضرورت بھی اس سے پوری ہو گی۔ تیس سال کے بعد اللہ نے ان کو موقع دیا، اپنے وطن مدینہ طیبہ واپس آئے، اتنی لمبی مدت کے بعد وطن میں واپس آئے تھے، جبکہ اپنی نئی نویلی دلہن کو چھوڑ کر گئے تھے، بچہ کو بیوی کے پیٹ میں چھوڑ کر گئے تھے، کتنا شوق ہو گا اور کتنا ارمان ہو گا واپسی کا! چنانچہ جلدی میں شدتِ اشتیاق کی وجہ سے گھوڑے سے اترنے سے پہلے ہی ہاتھ میں موجود نیزے سے دروازے میں دستک دی۔ بے تابی کی وجہ سے نیچے اتر کر دستک دینے کی بجائے نیزے سے دستک دی اور گھوڑے سے اُترے، اندر سے ایک نوجوان برآمد ہوا، اس نے کہا کہ تم کون ہو جو میرے گھر کا دروازہ توڑ رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ تم کون ہو جو میرے گھر میں گھسے ہوئے ہو؟ چنانچہ ان میں اور گھر سے نکلنے والے نوجوان کے درمیان زور زور سے باتیں ہونے لگیں، اندر سے بیوی نے آواز سنی تو اس نے اپنے

شوہر کی آواز پہچان لی، دوڑ کر آئی اور کہا کہ غضب ہو جائے گا تم آپس میں باپ بیٹے ہو مت لڑو، یہ نوجوان ''فروخ'' کا بیٹا تھا۔ دونوں بغلگیر ہو گئے اور خوشی کے مارے آنسو ٹپک پڑے، تیس سال کے بعد شوہر نے بیوی کو دیکھا تھا اور باپ نے اپنے بچے کو پہلی دفعہ دیکھا۔ گھر میں پہنچ گئے، تھوڑی دیر بیٹھے ہی تھے کہ مسجدِ نبوی میں اذان ہوگئی:

حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ۔ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ۔ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

بیٹا فوراً نماز کیلئے روانہ ہو گیا، اور باپ نے جلدی جلدی کپڑے بدلے، وضو وغیرہ کیا اور مسجد میں جانے لگے، جاتے ہوئے بیوی سے کہا کہ میں نے جو تیس ہزار دینار (دینار سونے کا سکہ ہوتا تھا) دیئے تھے ان کا کیا ہوا؟ تو بیوی نے کہا کہ بےفکر رہو وہ محفوظ ہیں۔ یہ مسجد میں چلے گئے، نماز پڑھی، نماز کے بعد دیکھا کہ ایک نوجوان جس کے سر پر رومال پڑا ہوا ہے، پوری طرح چہرہ بھی نظر نہیں آرہا تھا، ایک ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور بڑے بڑے علماء اس کے سامنے دوزانو ہو کر درسِ حدیث سننے لگے۔ جیسے ہی انہوں نے درسِ حدیث دینا شروع کیا، یہ بھی جا کر درس میں بیٹھ گئے، غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ تو ان کے بیٹے تھے، کہا کہ یہ تو میرا بیٹا ہے۔ درس سُنا اور اس کے بعد جلدی سے گھر واپس آئے، اور بیوی سے کہا کہ آج میں نے ایسا عجیب منظر دیکھا ہے کہ اس سے مجھے ایسی خوشی نصیب ہوئی ہے کہ پوری زندگی میں مجھے کبھی ایسی خوشی نہیں ہوئی۔ کہ میرے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے بڑا مقام عطا کیا ہے، اتنا بڑا عالم بنایا کہ مسجدِ نبوی میں بڑے بڑے علماء اس کے شاگرد ہیں۔ ماں نے کہا کہ آپ نے پوچھا تھا کہ وہ تیس ہزار دینار کیا ہوئے؟ میں نے کہا تھا کہ وہ محفوظ ہیں، وہ تیس ہزار دینار میں نے اسی بیٹے کی تعلیم و تربیت پر خرچ کئے ہیں۔

آپ اندازہ کیجئے! کہ ایک طرف باپ کی یہ قربانی کہ ستائیس سال انہوں نے وطن سے باہر جہاد کی مشقتوں میں گزار دیئے، اور دوسری طرف نوجوان بیوی نے اپنی ساری جوانی شوہر کی جدائی میں گزار کر اپنی ساری دولت اپنے ایک ہونہار بچے کی تعلیم پر خرچ کر ڈالی، اور ربیعۃ الرائ جیسا امام امت کو دیدیا۔ تو ربیعۃ الرائ جیسے حدیث اور فقہ کے امام ان قربانیوں کے نتیجے میں تیار ہوئے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی علم کیلئے قربانیاں

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے الحمد للہ ہم ایمان کی حرارت اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں، اُن کے نام سے دلوں میں نور محسوس ہوتا ہے۔ لیکن انہوں نے کتنے مجاہدے، ریاضتیں اس علم دین

کے حاصل کرنے میں کی ہیں، اور اپنی کتاب میں حدیثیں محفوظ کرنے میں خرچ کی ہیں، اس کی ایک طویل داستان ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر سے اسی کام میں لگ گئے تھے، اور دنیائے اسلام میں سفر کرتے رہے، سفروں کی مشقتوں کی زندگی گزاری۔

ان کا معمول یہ تھا کہ جس بستی میں جاتے تھے وہاں کے محدثین کے پاس جو حدیثیں ہوتی تھیں وہ سب سُن لیتے تھے، پھر کسی دوسرے شہر جاتے تھے اور وہاں کی حدیثوں کو محفوظ کرتے تھے۔

تو یہ بصرہ کے ایک بڑے جلیل القدر محدث کے ہاں سبق حاصل کرتے تھے، اور کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے، کبھی تاخیر سے نہیں پہنچتے تھے، ایک دن یہ درس میں حاضر نہیں ہوئے، استاد اور ساتھیوں کو فکر ہوئی کہ بخاری کیوں نہیں آئے؟ اگلے دن بھی نہ آئے تو تشویش ہوئی، اُن کے ساتھی ان کا حال معلوم کرنے کیلئے ان کے حجرے میں پہنچے۔ یہ تنگ وتاریک حجرے میں رہتے تھے، اندر سے دروازہ بند تھا، دستک دی، مگر اندر سے کوئی جواب نہ آیا، پھر دستک دی اور آواز دیکر کہا کہ بخاری! ہم فلاں فلاں ہیں، ہم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں، پھر جواب نہ آیا، پھر آواز دی مگر جواب نہ آیا، تو ساتھیوں نے کہا کہ دیکھو بخاری! تم دو دن سے درس سے غائب ہو، ہم تمہاری خیریت معلوم کرنے آئے ہیں۔ اگر تم نے اس مرتبہ بھی جواب نہیں دیا تو ہم سمجھیں گے کہ تم زندہ نہیں ہو، پھر ہم دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوں گے، تو اس وقت ان کے حجرے سے آواز آئی کہ: وعلیکم السلام، الحمد للہ میں زندہ ہوں، لیکن اس حالت میں ہوں کہ میں دروازہ کھول نہیں سکتا، ساتھیوں نے وجہ پوچھی کہ دروازہ کیوں نہیں کھول سکتے؟ کہا کہ وجہ یہ ہے کہ کافی عرصہ سے میرے جسم پر کپڑوں کا ایک ہی جوڑا تھا، میں اسی کو دھو دھو کر پہنتا تھا، وہ پھٹ جاتا تو سی لیتا تھا، زیادہ پھٹ جاتا تھا تو پیوند لگا لیتا تھا، لیکن اب وہ جگہ جگہ سے اتنا پھٹ گیا ہے اور اتنا بوسیدہ ہوگیا ہے کہ اب نہ اس میں پیوند لگ سکتا ہے اور نہ اس کی سِلائی ہوسکتی ہے، تو بدن کے جن حصوں کو چھپانا فرض ہے میں اُن حصوں کو بھی نہیں چھپا سکتا، میرے پاس جو جوڑا باقی رہ گیا ہے وہ جسم کے ضروری حصوں کو بھی چھپا نہیں سکتا، اس واسطے میں دروازہ کھولنے سے معذور ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھر ان کے استاد اور ساتھیوں نے مِل کر ان کی ضرورت پوری کی، کھانے پینے کا انتظام کیا، اور ان کے کپڑوں کا انتظام کیا۔

تو یہ داستان ہے فاقوں کی، سفروں کی، مشقتوں کی اور مجاہدوں کی۔

چار عظیم شخصیات کا ایک انوکھا واقعہ

چار بڑے جلیل القدر بزرگ جو اپنے وقت کے ائمہ ہیں، اور حدیث وتفسیر کے بڑے بڑے امام ہیں یعنی:

(۱) محمد بن نصر المروزی :- یہ ''مرو'' کے رہنے والے ہیں، جو کہ سینٹرل ایشیا کے مشہور ملک ''ترکمانستان'' کا ایک شہر ہے، جو ابھی بیس سال پہلے روس سے آزاد ہوا، اس کا مشہور شہر ''مرو'' ہے، محمد بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ وہاں کے رہنے والے تھے۔ (ان کی حدیث کی متعدد کتابیں مشہور ومعروف ہیں۔ مثلاً ''السنۃ''، ''قیام رمضان'' وغیرہ)

(۲) محمد بن خزیمہ :- جن کی حدیث کی مشہور کتاب ''صحیح ابن خزیمہ'' ہے۔

(۳) تیسرے بزرگ ہیں محمد بن جریر طبریؒ :- جن کی ''تفسیرِ طبری'' اور ''تاریخ طبری'' مشہور ہے۔

(۴) چوتھے بزرگ ہیں محمد بن ھارون الرویانی :- یہ بھی حدیث وفقہ میں اپنے وقت کے امام ہیں۔ (ان کی حدیث کی مشہور کتاب ''مسند الرویانی'' ہے)

یہ چاروں کے چاروں حدیث میں اپنے وقت کے امام بنے ہیں، لیکن یہ کس طرح امام بنے ہیں؟ علم حاصل کرنے میں ان کو کیا کیا قربانیاں دینی پڑیں؟

یہ چاروں مختلف ملکوں کے لوگ تھے، ان میں سے کوئی ایران کا تھا، کوئی ترکمانستان کا تھا، کوئی کسی اور ملک کا تھا، کوئی کسی اور ملک کا تھا، لیکن چاروں حصولِ علم کی غرض سے کسی طرح جمع ہو کر مصر پہنچے، اور اپنے پاس جو پیسے تھے وہ خرچ کرتے رہے اور یہاں کے اساتذہ کے پاس علم حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ جتنی جمع پونجی تھی ساری خرچ ہوگئی، مگر پھر بھی علمِ دین حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اب فاقے ہونے شروع ہوگئے، کھانے کو پیسے نہ رہے، پھر بھی کام جاری رکھا، اب اتنی کمزوری ہوگئی کہ باہر نکل نہیں سکتے، چل نہیں سکتے، خطرہ ہوا کہ بھوک سے موت واقع ہو جائے گی، تو آپس میں مشورہ کیا کہ اب تو ہماری یہ حالت ہے کہ اگر ہم نے کسی سے پیسے نہ مانگے، یا کسی سے کھانا نہ مانگا تو ہم بھوکے مر جائیں گے، اور ایسی حالت میں سوال کرنے کی گنجائش ہے، بلکہ ایسے میں جان بچانے کیلئے سوال کرلینا واجب ہوجاتا ہے۔ اس واسطے اب ہمیں جان بچانے کیلئے سوال کی ذلت تو اُٹھانا ہی پڑے گی، کیا کریں؟ تو مشورہ یہ ہوا کہ بجائے اس کے کہ چاروں سوال کرنے کی ذلت اُٹھائیں چاروں میں سے ایک آدمی یہ کام کرلے، کہ باہر جا کر کسی سے اتنا کھانا مانگ لے کہ ہم لوگوں کی وقتی

طور پر کسی طرح جان بچ جائے، کہا کہ اچھا پھر وہ کون ہو؟ کسی کو بھی سوال کی ذلت برداشت کرنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی، طے ہوا کہ قرعہ اندازی سے یہ فیصلہ ہوگا کہ کون یہ کام کرے؟ جب قرعہ اندازی ہوئی تو نام ''محمد بن خزیمہ'' کا نکل آیا جو حدیث کے مشہور امام ہیں، کہ اب یہ باہر جاکر مانگیں گے تاکہ کھانے کا کچھ انتظام ہو۔ جب ان کا نام نکل آیا تو انہوں نے ساتھیوں سے کہا کہ اچھا مجھے چند منٹ کی مہلت دو تاکہ میں دو رکعتیں اللہ کیلئے پڑھ لوں۔ انہوں نے ''صلاۃ الحاجۃ'' پڑھی اور دعا کی کہ یا اللہ! سوال کی ذلت سے بچالے۔ ابھی سلام پھیرا ہی تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی، ایک شخص آیا، چمڑے کی چار تھیلیاں اس کے ہاتھ میں تھیں۔ ان میں سے ایک تھیلی اُٹھا کر پوچھا کہ آپ میں سے ''محمد بن نصر المروزی'' کون ہیں؟ ساتھیوں نے بتایا کہ یہ ہیں، کہا کہ مصر کے حاکم نے آپ کیلئے یہ تحفہ بھیجا ہے، اور ایک تھیلی دی، اس میں دینار یعنی سونے کے سکے تھے۔ پھر پوچھا کہ آپ میں سے ''محمد بن خزیمہ'' کون ہیں؟ ساتھیوں نے بتایا کہ یہ ہیں تو ایک تھیلی اُن کو دی۔ پھر پوچھا کہ ''محمد بن جریر طبری'' کون ہیں؟ بتایا کہ یہ ہیں تو تیسری تھیلی ان کو دی، اور اسی طرح چوتھی تھیلی نام پوچھ کر ''محمد بن ھارون الرویانی'' کو دی۔

یہ چاروں حیران کہ اس آدمی کو ہمارا پتہ کیسے چلا ہمارا نام کیسے معلوم ہوا، اور ہماری حالت کی خبر کیسے ہوئی؟ حیرت میں تھے، پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ کیسے معلوم ہوا؟ تو جواب میں انہوں نے کہا کہ ان تھیلیوں میں پچاس پچاس دینار ہیں، اور یہ آپ کے پاس مصر کے بادشاہ نے بھیجے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہوا کہ آج دوپہر کو جب بادشاہ دوپہر کے کھانے کے بعد قیلولہ کیلئے لیٹے تو بادشاہ کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، اور آپ ﷺ نے بادشاہ سے کہا کہ: تمہارے شہر میں ''محمد'' نام کے چار طالبِ علم ہیں، چاروں کے نام ''محمد'' سے شروع ہوتے ہیں اور وہ بھوکے ہیں، ان کی بھوک دور کرنے کا انتظام کرو۔ تو یہ دینار بادشاہ نے بھیجے ہیں، بادشاہ نے آپ کو سلام کہا ہے، اور یہ پیغام دیا ہے کہ یہ رقم جب ختم ہونے لگے تو آپ ہمیں اپنی خدمت کا پھر موقع دیجئے گا۔

علمِ دین حاصل کرنے میں قربانیوں کی طویل داستان ہے، یہ فاقوں کی داستان ہے، مجاہدوں اور ریاضتوں کی داستان ہے، پُر مشقت سفروں کی داستان ہے، اور ان علمائے حق پر ظالم بادشاہوں نے جو مظالم کیئے ہیں اُن کی لاتعداد داستانیں الگ ہیں، ان واقعات کو بیان کریں تو ایک ہفتہ بھی گزر جائے مگر ختم نہ ہوں، لیکن آخر میں آخری دور کا ایک واقعہ سُناتا ہوں۔

ہمارے دادا مولانا محمد یاسین صاحبؒ کا واقعہ

یہ ہمارے دادا کا واقعہ ہے۔ ہمارے دادا حضرت مولانا محمد یاسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے ہم عمر تھے، یعنی جس زمانے میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی اُسی زمانے میں ان کی ولادت ہوئی۔ یہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی خاص مرید تھے، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق تھے، دورہ حدیث دونوں نے ساتھ کیا ہے۔ اُن کے والد خلیفہ تحسین علی صاحبؒ دیوبند کی بستی کے پرانے زمانے کے استاد تھے، اس زمانے میں دارالعلوم دیوبند قائم ہی نہیں ہوا تھا، وہ میاں جی کہلاتے تھے، یہ بستی کے لوگوں کو ریاضی، حساب، قرآن شریف، اسلامی تعلیمات پڑھایا کرتے تھے، آخر میں وہ نابینا ہوگئے تھے، کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا، ہمارے دادا مولانا یاسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے اکلوتے بیٹے تھے، اس زمانے میں غربت اور اِفلاس کا دور دورہ تھا، اب وہ چاہتے تو اپنے نوجوان بیٹے کو ملازمت، مزدوری، تجارت وکاروبار میں لگا دیتے، تاکہ گھر کا گزر بسر ہوجاتا، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ اپنے اس بیٹے کو علمِ دین حاصل کرنے میں لگا دیا، یہاں تک کہ دورہ حدیث کا زمانہ آیا، آپ میں سے بہت سوں کو معلوم ہوگا، بالخصوص طلبہ اور اہلِ مدارس کو، کہ دورہ حدیث کا سبق صبح سے لیکر رات تک ہوتا ہے، اور مشکل سے کھانے کا، اور دوپہر کو آرام کرنے کا اور عصر سے مغرب کے بعد کا وقفہ ملتا ہے، اور باقی سارا وقت پڑھنے پڑھانے میں گزرتا ہے۔ اس زمانے میں فقر وفاقہ اور غربت و اِفلاس کا دور تھا، چنانچہ صبح کو ناشتہ کرنے کا رواج نہیں تھا، ناشتہ تو اب ہمارے یہاں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مالداری عطا کردی تو اب ناشتہ بھی ہونے لگا ہے، ورنہ بس دوپہر کا کھانا ہوتا تھا اور رات کا کھانا۔

تو صبح سویرے فجر کی نماز کے بعد یہ سبق پڑھنے دارالعلوم دیوبند چلے گئے، دوپہر کو ساڑھے گیارہ بجے کے قریب جب چھٹی ہوئی تو جوانی کا زمانہ تھا، بھوک سے بیتاب تھے، بھوک کی حالت میں گھر پہنچے، والدہ سے کہا کہ امّاں! کھانا دیدیجئے، تو ماں کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے، ماں بولی کہ بیٹا! آج تو میرے پاس تمہیں کھلانے کیلئے کچھ بھی نہیں، ایک صورت ہے، گرمی کا زمانہ ہے، ہماری کچھ تھوڑی سی زمین ہے، اس میں گندم تیار کھڑی ہے، تم اگر وہاں جاکر اس کو کاٹ لاؤ تو میں ابھی اسے صاف کرکے کوٹ پیس کر روٹی بنا کر تمہیں کھلادوں گی۔ چنانچہ اسی بھوک کی حالت میں یہ دیوبند شہر سے باہر اپنی زمین میں گئے، وہاں سے گندم کی کھیتی کا ایک گٹھر بنا کر سر پے لاد کر گھر لائے، ماں نے اس کو

صاف کیا، اس زمانے میں ہمارے دادا کے گھر میں کوٹنے کیلئے ''موسلی'' ہوا کرتی تھی، ہم نے وہ ''مُوسلی'' دیکھی ہے، اس میں گندم کو کوٹتے تھے، تو اس سے دانے صاف ہوجاتے تھے، چھلکے اُتر جاتے تھے، چنانچہ ماں نے اس گندم کو پیسا، پیس کر آٹا بنایا، پھر اس سے روٹی بنائی، اور اپنے بیٹے کو کھانا کھلایا۔

یہ قربانیوں کی داستان چل رہی ہے، چلتی رہے گی، ہمارے زمانے تک چلی آرہی ہے، جب تک یہ قربانیاں دی جاتی رہینگی دین زندہ رہے گا۔ اسلام قربانیاں مانگتا ہے۔ امت نے جان کی قربانیاں بھی دی ہیں، فاقوں کی، سفروں کی مشقتوں کی، مجاہدوں کی، ریاضتوں کی قربانیاں بھی دی ہیں۔ مجاہدینِ اسلام بھی قربانیاں دے رہے ہیں، علمائے اسلام بھی قربانیاں دے رہے ہیں، مبلغینِ اسلام بھی قربانیاں دے رہے ہیں۔

دین کے تینوں طبقوں کی حوصلہ افزائی کریں

الحمد للہ آج دنیا بھر کے ریگستانوں، برفستانوں اور کفرستانوں میں مبلغینِ اسلام اور تبلیغ کے قافلے اللہ کا پیغام گھر گھر پہنچا رہے ہیں۔ مجاہدینِ اسلام اپنا کام کررہے ہیں، علمائے دین اپنا کام کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی عطا فرمائے۔ امت کا کام یہ ہے کہ ان تینوں طبقوں کی حوصلہ افزائی کریں، ان تینوں طبقوں کے ساتھ تعاون اور مدد کریں۔

مدارس دین کی حفاظت کے قلعے ہیں

یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ مدرسے دین کی حفاظت کے قلعے ہیں۔ اگر یہ مدرسے موجود ہیں تو تبلیغ بھی زندہ ہے، اگر مدرسے نہیں رہیں گے تو تبلیغ بھی ختم ہوجائیگی، کیونکہ تبلیغ کس چیز کی کریں گے؟ وہ دین ختم ہوجایا کرتا ہے جس کا علم ختم ہوجائے۔ عیسائیت کا دین ختم ہوگیا کیونکہ اس کا علم ختم ہوگیا تھا۔ جب عالمِ دین باقی نہیں رہے گا تو علم باقی نہیں رہے گا، جب علم باقی نہیں رہے گا تو تبلیغ کس چیز کی کریں گے؟ اگر علمِ دین باقی نہیں رہے گا تو جہاد کیسے ہوگا؟ جہاد کے آداب کون بتلائے گا؟ جہاد کے احکام کی تعلیم کون دے گا؟ جہاد کی حدود کی تعیین کون کریگا؟ یہ کام علماء اور علمِ دین کا ہے، لہٰذا اگر علمِ دین نہیں رہے گا تو جہاد بھی نہیں رہیگا، بلکہ جہاد کے بجائے دنیا میں فساد پھیلے گا، قتل وخون ریزی پھیلے گی، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ خلاصہ یہ کہ علمِ دین زندہ ہے اور یہ مدرسے زندہ ہیں تو دین بھی زندہ ہے، جہاد بھی زندہ ہے، تبلیغ بھی زندہ ہے۔

مدارس کے خلاف عالمی سطح پر سازشیں ہورہی ہیں

لیکن یادرکھئے! آج ان مدارس کے خلاف بہت سازشیں ہورہی ہیں۔ عالمی طاقتیں اب ان مدرسوں کے خلاف پورا زور لگا رہی ہیں، اُن کا میڈیا ان مدرسوں کے خلاف زہر اُگل رہا ہے، مدارس کے خلاف خطرناک سازشیں ہورہی ہیں، مدرسوں کے اندر سازشیں کیجارہی ہیں، باہر سے دباؤ ڈالے جارہے ہیں۔

دینی مدارس کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کرسکتی

لیکن میں ایک بات کا یقین دلاتا ہوں، اللہ کے بھروسے پر عرض کرتا ہوں، وہ یہ کہ ان مدارس اور اہلِ مدارس کا کام دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکے گی، کوئی طاقت ان کو ناکام نہیں کرسکے گی، خدانخواستہ اگر ان کو کوئی نقصان پہنچے گا تو اپنی ہی بدعملی سے پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر بدعملی سے بچائے، ہمارے مدرسوں کو علمِ صحیح کی حفاظت کا قلعہ بنائے، علمِ صحیح کی تربیت کا ادارہ بنائے۔

تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ضروری ہے

ہمارے مدرسوں سے ایسے علماء پیدا ہوں جیسے صفے سے پیدا ہوئے تھے، جنہوں نے دنیا کا رنگ بدل ڈالا تھا، وہ جہاں پہنچے دنیا کے معلم اور استاد بن کر رہے، ان کی زندگی کا عملی نمونہ اتنا حسین تھا کہ ان کو دیکھ دیکھ کر لوگ مسلمان ہورہے تھے۔ وہ کسی کا دل نہیں دُکھاتے تھے، کسی سے جھوٹ نہیں بولتے تھے، کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے تھے، کبھی بدعہدی نہیں کرتے تھے، لوگوں کو فائدہ پہنچاتے تھے، اپنے پڑوسیوں کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے تھے، کافر پڑوسیوں کے ساتھ بھی، اور کافر ہمسفروں کے ساتھ بھی۔ کافر گاہکوں کے ساتھ بھی وہ خیرخواہی کا معاملہ کرتے تھے، ان کا حسین وجمیل کردار تھا کہ لوگ ان کو دیکھ دیکھ کر مسلمان ہورہے تھے۔ یہ اصحابِ صفہ کا فیض تھا جو مسلمانوں نے اپنایا تھا، مجاہدینِ اسلام نے بھی اپنایا، مسلمان تاجروں نے بھی اپنایا، مسلمان حکمرانوں نے بھی اپنایا۔ جب سے یہ کردار کمزور پڑا ہے اسلام بھی کمزور پڑگیا۔ کاش ہمارا عملی کردار بھی ایسا ہوجائے کہ ہمیں دیکھ دیکھ کر لوگ اسلام میں داخل ہوں۔ اور ہمارے مدرسوں کو اللہ تعالیٰ علمِ دین پر عمل کی تربیت کا گہوارہ بنائے۔ ہمارے مدرسوں میں الحمد للہ علم کی تو اچھی خدمت ہورہی ہے، لیکن تربیت کی ابھی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے، اسلامی آداب، اسلامی معاشرے کی تربیت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مدرسوں سے یہ کام بھی پورا کروائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

رمضان شریف میں اُمت پر پانچ خصوصی انعام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رمضان شریف کے متعلق میری امت کو خاص طور پر پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں۔

۱)......روزہ دار کے منہ کی بدبو (جو بھوک کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

۲)......ان کیلئے دریا کی مچھلیاں تک دعاءِ مغفرت کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔

۳)......جنت ہر روز ان کیلئے سجائی جاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک تیری طرف آئیں۔

۴)......اس ماہِ مبارک میں سرکش شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جنکی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں (یعنی رمضان میں شیاطین قید ہونے کی بناء پر روزہ داروں کو گناہوں پر نہیں ابھار سکتے، لیکن انسان کا نفس گناہ کرانے میں شیاطین سے کم نہیں ہے اور گناہوں کا چسکا بھی گناہوں کی پٹڑی پر چلاتا رہتا ہے تاہم پھر بھی گناہوں کی کمی اور عبادت کی کثرت کا ہر شخص مشاہدہ کرتا ہے)۔

۵)......رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کیلئے مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یہ شب مغفرت شبِ قدر ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔ (الترغیب والترہیب)

ماخوذ از رسالہ

"ماہ رمضان کے فضائل اور مسائل" ص:۱۸

(مؤلفہ: حضرت مولانا مفتی عبدالروف صاحب سکھروی مدظلہم)

سید محمد طاہر

حمدِ باری تعالیٰ

میں تیری حمد میں ربِ کریم کیا لکھوں
عطا ہو حسنِ بیاں تو تری ثنا لکھوں

لکھوں جو میں تری یارب تو وہ ثنا لکھوں
کہ ہر خیال و تصور سے ماورا لکھوں

مرا قلم رہے مصروف حمد روز و شب
یہ کیسے ہو کہ لکھوں تو ترے سوا لکھوں

فرازِ عرش سے ربطِ خیال گر ہو مرا
تو اپنی فکر کو بھی فکرِ بے بہا لکھوں

میں مشت خاک تو روز ازل تا ابد یارب
بقا ترے لئے اپنے لئے فنا لکھوں

ادا کیا ہے کہاں میں نے بندگی کا حق
میں کانپ اُٹھتا ہوں کیا اپنا ماجرا لکھوں

خجل بہت ہوں الٰہی میں نام طاہر سے
ترا غلام لکھوں خود کو اک گدا لکھوں

☆☆☆

میراث تقسیم کرنا فرض ہے

(ترجمہ آیت) مَردوں کے لئے بھی (خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے) حصّہ (مقرر) ہے اس چیز میں سے جس کو (اُن مَردوں کے) ماں باپ اور (یا + دوسرے) بہت نزدیک کے قرابت دار (اپنے مرنے کے وقت) چھوڑ جائیں، اور (اسی طرح) عورتوں کے لئے بھی (خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی) حصّہ (مقرر) ہے اُس چیز میں سے جس کو عورتوں کے ماں باپ اور (یا دوسرے) بہت نزدیک کے قرابت دار (اپنے مرتے وقت) چھوڑ جائیں، خواہ وہ چھوڑی ہوئی چیز قلیل ہو یا کثیر ہو (سب میں سے حصّہ ملیگا) حصّہ بھی ایسا جو قطعی طور پر مقرر ہے۔ (سورۃ النساء)

تشریح

آج یتیموں، بیواؤں اور خواتین پر ظلم و ستم معاشرہ میں جاری ہے کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد بالغ اور طاقت ور اولاد باپ کے تمام مال و جائیداد پر قبضہ کرلیتی ہے۔ نابالغ لڑکے محروم رہ جاتے ہیں، بہنوں اور بیٹیوں کا تو کوئی حق ہی نہیں سمجھا جاتا۔ اسلام نے سب سے پہلے اس ظلم کو دور کیا، نابالغ یتیم بچّوں اور خواتین خواہ بالغ ہوں یا نابالغ ان کو وارث قرار دیا اور ان کے حصّے مقرر کئے اور ان کا حق ادا کرنا فرض قرار دیا۔ اور عام مسلمانوں کو خطاب عام کر کے حکم دیا کہ مرنے والے کا ترکہ اس کی اولاد اور ورثاء کو پورا پورا پہنچایا جائے اور ہر ایسے طریقے سے پرہیز کیا جائے جس سے اس کی اولاد اور دیگر ورثاء کو حصّہ نہ پہنچنا تو درکنار، نقصان پہنچنے کا بھی خطرہ نہ رہے

ایک بندۂ خدا

درِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

یوسف قدیریؒ

واللہ میں کہاں، درِ خیرالبشر کہاں
لے آئی آج مجھ کو، میری چشم تر کہاں

تاب نظر بھی دیتے ہیں اذن نظر کیساتھ
ورنہ بشر کہاں درِ خیرالبشر کہاں

جاگے نصیب خفتہ مدینے میں آگئے
شب کی یہاں سحر ہے سحر کی سحر کہاں

پہلے پہل وہ گنبدِ خضراء کا دیکھنا
حیرت سے دیکھتی تھی نظر ہے نظر کہاں

اے ساکنانِ شہرِ حرم جاگتے رہو
شب کی یہاں سحر ہے سحر کی سحر کہاں

کھوئے ہوئے سے پھرتے ہیں ہم جلوہ گاہ میں
ان کی خبر کے بعد اب اپنی خبر کہاں

یوسفؔ انہوں نے سن لیا ورنہ حقیقتاً
میری دعا میں میری زباں میں اثر کہاں

واللہ میں کہاں، درخیرالبشر کہاں
لے آئی آج مجھ کو میری چشم تر کہاں

☆☆☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رمضان المبارک میں شب و روز یہ دعا کثرت سے پڑھتے رہیں:

اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ تعالیٰ سے (اپنے گناہوں کی) بخشش چاہتا ہوں۔ یا اللہ تجھ ہی سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے پناہ چاہتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

اعلان داخلہ

دارالعلوم کراچی میں تعلیمی سال ۳۱۔۱۴۳۰ھ
کے داخلے سے متعلق مندرجہ ذیل امور کا اعلان کیا جاتا ہے۔

تاریخ آغاز داخلہ:۔ شعبہ درس نظامی کیلئے تمام درجات میں قدیم و جدید داخلہ انشاء اللہ تعالیٰ بروز پیر غالباً ۷رشوال ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۸رستمبر ۲۰۰۹ء سے شروع ہوگا۔ حسب معمول دارالعلوم کی مسجد کے قریب قائم کردہ استقبالیہ کیمپ سے اجراء فارم انشاء اللہ تعالیٰ مذکورہ تاریخ سے کردیا جائے گا اسی استقبالیہ کیمپ سے داخلہ سے متعلق تمام معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ ہر ہر درجہ میں جدید داخلہ کی گنجائش کے مطابق نیا داخلہ کیا جائے گا۔ جس کی اطلاع استقبالیہ کیمپ سے مل جائے گی۔ جدید طلبہ مقررہ تاریخ داخلہ سے پہلے آنے کی زحمت نہ کریں۔

شرائط:۔

☆...... ہر جدید امیدوار داخلہ کا پہلے تحریری امتحان لیا جائے گا، تحریری امتحان میں کامیاب طلبہ کا تقریری جائزہ ہوگا۔ دونوں میں کامیابی داخلے کیلئے ضروری ہوگی۔ مختلف درجات کے تحریری امتحانات ۱۰رشوال سے ۱۴رشوال کی مختلف تاریخوں میں ہوتے ہیں جس کی تفصیلی اطلاع استقبالیہ کیمپ سے ہوجائے گی۔

☆...... ان جدید طلبہ کو تحریری امتحان داخلہ میں شرکت کا اہل سمجھا جائے گا جن کے سابقہ اکثر وفاقی سالوں کے نتائج ممتاز یا جید جدا کے ہوں۔

☆...... داخلہ کے تمام خواہشمند اپنی سابقہ اصل تعلیمی اسناد اور کشف الدرجات اپنے ساتھ لائیں۔

☆...... دورۂ حدیث شریف میں داخلہ کیلئے دیگر شرائط کے ساتھ ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ طالب علم وفاق المدارس کا دورۂ حدیث شریف کا سالانہ امتحان دینے کا اہل ہو یعنی سابقہ وفاقی درجات کا امتحان دے کر کامیاب ہوچکا ہو۔

☆...... اسباق انشاء اللہ تعالیٰ شوال کے آخری عشرہ میں شروع ہونا متوقع ہیں۔

☆...... درجۂ حفظ میں حسب گنجائش جدید داخلوں کی کاروائی بروز اتوار غالباً ۲۰رشوال ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۱راکتوبر ۲۰۰۹ء کو کی جائے گی۔

☆...... درجۂ حفظ میں داخل ہونے والے کسی جدید طالب علم کو اقامتی داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

☆...... ۱۴رسال سے کم عمر رکھنے والے جدید طالب علم کو اقامتی داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

☆...... جو چیزیں طلبہ کے علمی مشاغل میں مخل ہوتی ہیں مثلاً ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، تصویری موبائل فون وغیرہ ان پر دارالطلبہ کی حدود میں پابندی عائد ہے۔ اس لئے آنے والے طلبہ یہ چیزیں ساتھ نہ لائیں۔

☆...... کسی بھی طالب علم کو داخلہ نہ دینے کی وجوہ کا اظہار دارالعلوم کے ذمہ نہیں۔

وضاحت:۔ انشاء اللہ تعالیٰ دارالعلوم گلشن اقبال کی درس نظامی شاخ کیلئے بھی جدید داخلہ مذکورہ بالا تاریخ سے شروع ہوگا۔

ناظم تعلیمات جامعہ دارالعلوم کراچی پوسٹ کوڈ 75180

خطاب: مولانا محمد زاہد صاحب مدظلہ
ضبط وتحریر: مفتی محمد اصغر

اظہارِ رائے کی آزادی اور شخصی آزادیاں سیرت طیبہ کی روشنی میں

(آخری قسط نمبر ۳)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبے میں یہی فرمایا کہ اگر میں ٹھیک چلوں تو میرا تعاون کرنا اور غلط چلوں تو مجھے درست کردینا تقریباً یہی بات حضرت عمرؓ نے بھی پہلے خطبے میں ارشاد فرمائی تھی، یہ درحقیقت اس بات کا اظہار تھا کہ ریاست کی کارکردگی پر نظر رکھنا، اس کی اچھائیوں کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس کی غلطیوں پر روک ٹوک کرنا معاشرے کی مجموعی ذمہ داری ہے، خلفائے راشدین کی طرف سے تاریخ کی شاید یہ منفرد مثال ہے کہ سربراہ ریاست کی طرف سے عام معاشرے کو اس ذمہ داری کا احساس دلایا جارہا ہے، وگرنہ تو عموماً یہ ہوتا رہا ہے کہ نیچے کی طرف سے آوازیں اٹھتی تھیں کہ ہمیں تنقید اور کاربارِ مملکت میں اپنی رائے کے ذریعے شرکت کا حق دیا جائے، بڑی لے دے اور جدوجہد کے بعد کہیں جاکر اوپر والے اس حق کو تسلیم کرتے تھے، مغربی تاریخ میں بھی یہی ہوا ہے، لیکن اس چیز کو خلفاء راشدین ازخود صرف بطور حق نہیں بلکہ بطور ذمہ داری کے متعارف کرارہے ہیں، یہ بھی درحقیقت نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ ہی کا ایک مظہر تھا، ایک تو اس لئے کہ خلفاء راشدین کا یہ طرز عمل آپ ﷺ کی تربیت ہی کا حصہ تھا، دوسرے اس لئے کہ اگرچہ انتظامی امور میں بعض مواقع پر صحابہ کا آنحضرت ﷺ کے سامنے اپنی رائے پیش کرنا ثابت ہے تاہم معصوم ہونے کے ناطے آپ ﷺ کا مقام مختلف نوعیت کا تھا، زمام ریاست معصوم سے غیر معصوم کی طرف منتقل ہوتے ہی یہ اعلان کردیا گیا کہ سربراہِ ریاست باقی لوگوں سے کوئی انوکھی یا آسمانی مخلوق نہیں وُلِّيتُ عَلَيْكُمْ وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ ریاستی کارکردگی پر نظر رکھنا مسلمان معاشرے اور امۃ کی ذمہ داری کے کما حقہ ادراک سے خالی ہے، ہمارا ایک المیہ یہ ہے کہ ہم ہر وقت کسی نجات دہندہ کے منتظر رہتے اور ساری ذمہ داری اسی نجات دہندہ پر یا اپنی لیڈر شپ پر ڈالتے رہتے ہیں، حالانکہ اگر کوئی اچھی لیڈر شپ آکر عدل وانصاف اور شخصی حقوق وآزادیوں پر مبنی نظام قائم کر بھی دے تو اس کی بقاء کیلئے معاشرے کی بیداری اور اس کا احساس ذمہ داری ضروری ہے، اگر معاشرے کے شعور، بیداری اور اس کی طرف سے ریاست کی کارکردگی کی نگرانی واحتساب کے بغیر چل سکتا تھا تو اس کے سب سے لائق آنحضرت ﷺ کے براہ راست تربیت یافتہ اور طویل عرصے تک آپ کی صحبت اٹھانے والے

حضرات ہو سکتے تھے، لیکن ان حضرات نے بھی خود کو اس سے مستغنی خیال نہیں کیا۔

ریاست اور معاشرے کی ذمہ داری کے بعد تیسری چیز جس کا ناگزیر ہونا سیرت طیبہ علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم سے سمجھ میں آتا ہے وہ فرد کے حوالے سے ہے، کہ فرد کو اپنے حقوق کا ادراک اور شعور ہونا چاہئے، اسے پتا ہونا چاہئے کہ کہاں کہاں میں آزاد ہوں اور اپنی مرضی چلانے کا اختیار رکھتا ہوں، اس سلسلے میں بھی آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ سے کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، میں یہاں صرف دو مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کروں گا، ابوداود اور مسند احمد وغیرہ میں ایک حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ کہیں پیدل تشریف لے جارہے تھے، راستے میں ایک شخص اپنے گدھے پر سوار ہو کر جارہے تھے، انہوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر گدھے پر سوار ہونے کی پیش کش کی، اور خود ہی آپ کیلئے اگلی جگہ خالی کردی اور اس کی طرف اشارہ کیا کہ یہاں تشریف رکھئے، آنحضرت ﷺ نے سوار ہونے کی پیش کش کو تو قبول فرمالیا، لیکن دوسری پیشکش کے بارے میں فرمایا ''لَا، أَنتَ أَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِکَ اِلاَّ أَنْ تَجْعَلَه' لِیْ'' یعنی اپنی سواری کی اگلی جگہ کے تم ہی زیادہ حق دار ہو اِلا یہ کہ تم بخوشی اپنے اس حق سے میری خاطر دست بردار ہو جاؤ، اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ شخص آپ سے اگلی جگہ پر بیٹھنے کی درخواست کررہا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ بخوشی اس پر آمادہ ہے اب یہ بات کہنے کی ضرورت کیوں محسوس فرمائی کہ اگر تم بخوشی اپنے حق سے دستبردار ہو جاؤ تو میں اس پیشکش کو قبول کرسکتا ہوں، وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ پہلے یہ امکان تھا کہ اس کے ذہن میں یہ ہو کہ اگر کوئی دینی یا دنیوی منصب کے اعتبار سے بڑا یا کسی بھی اعتبار سے قابل احترام ہو تو اس کی خاطر اگلی سیٹ کو چھوڑنا ضروری ہے، اور مالک کا اس پر حق برقرار نہیں رہتا، آپ ﷺ نے یہ ضروری خیال فرمایا کہ پہلے اس کے ذہن میں واضح ہو جائے کہ اصولی طور پر تو حق اسی کا ہے، یہ جاننے کے بعد بھی آپ کے احترام میں بخوشی اگر وہ اپنے اس حق سے دستبردار ہوتا ہے تو یہ دستبرداری معتبر ہوگی، جسے یہی معلوم نہیں کہ یہ میرا ہی حق ہے اور میں اسے چھوڑنے یا نہ چھوڑنے میں آزاد ہوں اپنے حق سے اس کی دستبرداری کا اعتبار نہیں، چنانچہ ان صاحب نے آپ ﷺ کی اس بات کے جواب میں عرض کیا: ''قَدْ جَعَلْتُه' لَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' یعنی میں آپ کی خاطر یہ سیٹ خالی کررہا ہوں، اب آنحضرت ﷺ سوار ہوئے۔ (سنن أبوداود، حدیث نمبر: ۲۵۷۲، کتاب الجهاد: باب رب الدابة أحق بصدرها)

اس سے بھی زیادہ واضح وہ حدیث ہے جس میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک لڑکی حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے والد نے میری مرضی کے خلاف میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کرادیا

ہے، آنحضرت ﷺ نے اس کے والد کو بھی بلایا دونوں کا موقف سننے کے بعد فیصلہ فرمایا کہ اس لڑکی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ چاہے تو باپ کا کرایا ہوا نکاح قبول کرے چاہے تو نہ کرے، یہ فیصلہ سن کر اس نے کہا کہ مجھے اپنے والد کا فیصلہ ہی منظور ہے، اس پر سوال ہوسکتا تھا کہ اگر یہ فیصلہ منظور ہی کرنا تھا تو اس ساری کاروائی کی کیا ضرورت تھی، یہ کام تو گھر بیٹھے بھی ہوسکتا تھا، اس کا جواب دیتے ہوئے اس خاتون نے کہا کہ یہ سارا کچھ میں نے اس لئے کیا کہ عورتوں کو معلوم ہو جائے کہ والد کو اس معاملے میں (اپنی مرضی مسلط کرنے کا) کوئی اختیار نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح: باب من زوج ابنته وھی کارھة حدیث نمبر: ۱۸۷۴)، دیکھئے یہاں یہ خاتون یہ سب کچھ اس لئے کررہی ہے کہ دیگر عورتوں میں اپنے حق کے حوالے سے شعور اجاگر ہو کہ والد جیسے مقدس اور قابل احترام رشتے کو بھی کہاں اپنی مرضی مسلط کرنے کا حق حاصل ہے اور کہاں نہیں، اور وہ اپنا یہ مقصد نبی کریم ﷺ کا کسی بات پر اعتراض نہ کرنا اور خاموش رہنا بھی حجت ہوتا ہے۔

حاصل یہ کہ اظہار رائے سمیت شخصی حقوق اور آزادیوں کے قیام اور بقاء کی جدوجہد کے سلسلے میں سیرت مبارکہ میں ہمیں تین سطحوں پر کام ملتا ہے، ایک یہ کہ افراد کو اپنے حقوق کا علم ہو، معاشرے میں اس حوالے سے بیداری اور ذمہ داری کا احساس ہو اور اس میں نا انصافیوں اور بے جا جکڑنوں سے الرجی موجود ہو، اسے پتا ہو کہ ریاست کی کارکردگی پر نظر رکھنا ہماری ذمہ داری ہے، اور ریاست کو بھی یہ احساس ہو کہ اس کا اولین اور اہم ترین مقصد وجود کیا ہے، اگر تینوں سطحوں پر یہ کام تسلسل کے ساتھ ہوتا رہے تو کسی وولٹائر، روسو یا مانٹسکو وغیرہ کے پیدا ہونے کی ضرورت اور گنجائش نہیں رہتی۔

شروع میں میں نے ایک بنیادی سوال یہ کیا تھا کہ طاقتور طبقہ عام آزادیوں اور خاص طور پر اظہار رائے کی آزادی پر یہ پابندیاں کیوں لگاتا ہے؟ کوئی شخص اپنی رائے ظاہر کررہا ہے اس سے اس کو کیا تکلیف ہے، درحقیقت طاقتور طبقہ چاہتا یہ ہے کہ میں اپنی من مانی کروں، مجھے کوئی پوچھنے والا نہ ہو، ظالم، ڈکٹیٹر اور آمر کو سب سے زیادہ جس چیز سے تکلیف ہوتی ہے وہ ہے بولنا۔ جب کچھ لوگ اس کے بارے میں بولیں گے، بات کریں گے تو ایک سوچ، ایک شعور دوسروں کی طرف منتقل ہوگا، اور اس سے معاشرے کی بیداری والی وہی بات پیدا ہوگی جس کا میں نے پہلے ذکر کیا، اور اس چیز سے وہ اپنے لئے خطرہ محسوس کرتا ہے اس لئے بولنے پر پابندی کسی بھی آمر، ڈکٹیٹر اور جابر و ظالم کا محبوب ترین اور پسندیدہ ترین مشغلہ اور ہتھکنڈا ہوتا ہے، اس کے سارے شکنجے یہیں سے شروع ہوتے اور یہیں آکر ختم ہوتے ہیں، اس مقصد کیلئے اس کے پاس ڈھیر ساری حجتیں موجود ہوتی ہیں، مثلاً وہ کہتا ہے کہ آپ کے

بات کرنے کا طریقہ غلط ہے، آپ کو بات یوں نہیں کہنی چاہئے یوں کہنی چاہئے، ہم آپ کو بات کہنے سے نہیں روکتے، لیکن اس فریم کے اندر رہ کر آپ کو بات کرنا ہوگی وغیرہ وغیرہ، حالانکہ اصل مسئلہ طریق کار نہیں ہوتا بلکہ اصل چڑ اسے حق و انصاف کی بات ہی سے ہوتی ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے صاحبِ حق کو بولنے کا حق دے کر انتہائی دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ارشادات وتعلیمات اور آپ کے اسوۂ حسنہ میں ایسی چیزیں موجود ہیں جن سے اس ذہنیت کی جڑ کٹتی ہے، کسی معاشرے اور کسی قوم کیلئے بنیادی ضرورت عدل وانصاف ہے جتنی میں کھانے پینے اور آکسیجن کی ضرورت ہے ایک معاشرے اور ریاست کیلئے اتنی ہی ضرورت عدل و انصاف کی ہے۔ لیکن عدل و انصاف کیلئے حضور اقدس ﷺ نے کچھ پیمانے بتائے ہیں کہ عدل و انصاف کسے کہتے ہیں، انصاف یہ تو نہیں کہ میں کہدوں کہ میں انصاف کر رہا ہوں، ان میں سے ایک پیمانہ تو یہی ہے کہ کمزور محض کمزور، ہونے کی وجہ سے اپنا حق مانگنے سے نہ ہچکچائے، دوسرے لفظوں میں ریاست اور حکومت کی طرف سے انصاف کا معیار یہ ہے کہ عام لوگوں کو اس نظام انصاف پر اعتماد ہو، دوسرا پیمانہ یہ ہے کہ صاحب حق اپنا حق جیسے بھی مانگے اس کو مانگنے کا حق حاصل ہے، تم اس پر کسی طرح اعتراض نہیں کر سکتے، اپنے منصب کی بنیاد پر کہ میں اس منصب پر بیٹھا ہوں لہٰذا مجھ سے یوں بات کرو، آدمی اپنے جاہ و منصب اور اپنی دینی یا دنیوی حیثیت کی بنیاد پر صاحبِ حق کو یوں کہے کہ تم اپنا حق یوں مانگو، یوں نہ مانگو، حضور اقدس ﷺ نے اپنے ارشادات سے بھی اس کی نفی فرمائی ہے، اور کئی عملی نمونے بھی قائم فرمائے، اس پر کئی واقعات شاہد ہیں، مثلاً ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے کوئی معاملہ کیا ہوا تھا اس معاملے کے نتیجے میں آنحضرت ﷺ کی طرف اس کا ایک اونٹ بنتا تھا جو آپ ﷺ پر ایک طرح سے اُدھار تھا، ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ تو ادائیگی کرنے والے شخص تھے، ادا نہ کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا، لیکن وہ شخص آیا اور اور بڑے تلخ انداز میں آنحضرت ﷺ سے بات کی، اپنا حق لینے کیلئے اس نے ترش لب ولہجہ اور سخت الفاظ استعمال کئے، صحابہ کرامؓ نے ذرا اسے گھورا، ان کا دل چاہتا تھا کہ پکڑ لیں اور اس کی اچھی طرح خبر لیں، وہ تو حضور اقدس ﷺ کے جاں نثار تھے وہ کہاں گوارا کر سکتے تھے کہ آنحضرت ﷺ سے کوئی اس انداز سے بات کرے، لیکن آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو اس سے منع فرمایا کہ خبردار اسے کچھ نہ کہنا، کیوں؟ آپ نے فرمایا "دعوه فان لصاحب الحق مقالا" (صحیح بخاری: حدیث نمبر ۲۱۸۳ کتاب الوکالۃ، باب الوکالۃ فی قضاء الدین) اسے کچھ نہ کہو، اس لئے کہ صاحب حق کو بولنے کا موقع ملنا چاہئے، آپ یہ کہیں کہ صاحب حق اپنا حق تو مانگے، لیکن مانگنے کا انداز، لب ولہجہ اور آواز کی فریکوینسی یہ ساری چیزیں میں طے کروں گا، میرے طے کئے ہوئے

معیار کے اندر رہتے ہوئے اپنا حق مانگو گے تو بات سنی جائے گی ورنہ نہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، نہیں، اسے بولنے دو اس لئے کہ یہ اپنا حق مانگ رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ صاحب حق کی بھی کچھ ذمہ داری ہے کہ ڈھنگ اور طریقے سے مانگے، جہاں حضور اقدس ﷺ نے حق مانگنے والے کو مخاطب کیا وہاں یہ ارشاد فرمایا کہ من طلب حقا فلیطلبه فی عفاف وافٍ او غیر وافٍ (السنن الکبری للبیهقی ۵/۳۵۸) کہ صاحب حق کو چاہئے کہ وہ اچھے انداز اور اخلاق کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے اپنا حق مانگے، اس پر نظر نہ کرے کہ حق ملتا ہے یا نہیں، پورا ملتا ہے یا ادھورا، یہ بعد کا مسئلہ ہے، اس کی پہلی ترجیح یہ ہونی چاہئے کہ وہ اخلاق اور اپنی شائستگی کو برقرار رکھے، لیکن یہ مانگنے والے کو خود سوچنا چاہئے، جس سے حق مانگا جارہا ہے اس کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ تمہیں بات کرنے کا طریقہ نہیں آتا اس لئے ہم تمہاری بات نہیں سنتے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا وہ اپنا حق مانگ رہا ہے وہ جیسے مانگتا ہے مانگنے دو۔

اسی طرح کے ایک واقعے میں جس میں آپ ﷺ نے خاص قسم کی کھجوریں دینا ایک بدو سے طے فرمایا تھا، لیکن اتفاق سے وہ کھجوریں آپ کے پاس موجود نہیں تھیں، جب کہ معاملہ کرتے وقت آپ کے ذہن میں یہ ہوگا وہ کھجوریں موجود ہیں، اب ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ اس کی حق تلفی کرنے والے تو تھے نہیں، کچھ نہ کچھ بلکہ بہتر سے بہتر انداز میں آپ نے تلافی فرمانی ہی تھی، بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس سے معذرت کے انداز میں بات کی کہ ہم غلطی سے اس طرح کی کھجوروں کی بات طے کر بیٹھے ہیں اتفاق سے وہ ہمارے پاس نہیں ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ اب اگر سودا کینسل کرنا چاہو تو کینسل کردو، اور اگر انہی کھجوروں کے لینے پر اصرار کرنا ہے تو پھر جیسے کیسے ہوگا آپ کی بات پوری کریں گے، لیکن وہ شخص تو بدو اور جلد باز تھا، اس نے سخت کلامی شروع کردی، اس پر بعض صحابہ نے اسے ڈانٹا اور کہا "ویحک تدری من تکلم؟"، ارے کم بخت تجھے پتا بھی ہے تو کس ہستی سے بات کررہا ہے! اس نے کہا یہ تو میں نہیں جانتا، میں تو میں اپنا حق مانگ رہا ہوں، حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میری حمایت کرنے لگ گئے؟! میرے ساتھ سخت کلامی کرنے پر تمہیں اس شخص پر غصہ آگیا؟، تمہیں میری حمایت نہیں کرنی چاہئے تھی "هلا مع صاحب الحق کنتم" تمہیں تو اپنا وزن اس کے پلڑے میں ڈالنا چاہئے تھا جو اپنے حق کا مطالبہ کررہا ہے، تم حق والے کے ساتھ کیوں نہ ہوئے، اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ایک صحابیہ خولہ بنت حکیم سے اس طرح کی کھجوریں ادھار لے کر اسے عطا فرمائیں اور اس کے حق سے زیادہ عطا فرمائیں، اس بدو نے جاتے ہوئے کہا جس طرح تم نے میرا پورا پورا حق ادا کیا اسی طرح اللہ

تعالیٰ بھی تمہیں پورا پورا صلہ عطا فرمائے، اس موقع پر بھی آنحضرت ﷺ نے وہی بات ارشاد فرمائی کہ وہ معاشرہ پاکیزہ نہیں ہوسکتا جس میں کوئی کمزور آدمی اپنا حق بغیر کسی ہچکچاہٹ کے نہ مانگ سکتا ہو (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۴۲۶، کتاب الصدقات: باب لصاحب الحق سلطان)، اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ دعوہ فان لصاحب الحق مقالا اسے کچھ نہ کہو، کیونکہ ہم نے اس سے بات طے کی ہوئی ہے، اس نے تو اپنا حق مانگنا ہے، اس کے بولنے پر پابندی مت لگاؤ، جس طرح بھی بات کرنا چاہتا ہے کرنے دو۔

اندازہ لگایئے اللہ کے نبی کا مقام و منصب کتنا اونچا ہے، اللہ کے نبی کی ادنیٰ سی گستاخی بھی بہت بڑے وبال کا سبب ہے، گستاخی تو دور کی بات ہے نبی کے سامنے جان بوجھ کر آواز بلند کرنا اور اونچی آواز سے بات کرنا یہ اتنی خطرناک چیز ہے کہ اس سے عمل ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے (القرآن، الحجرات: ۲)، لیکن جہاں حق مانگنے کی بات ہے وہاں حضور اقدس ﷺ خرید و فروخت کے ایک فریق کی حیثیت سے اپنے آپ کو سامنے رکھ کر بات فرما رہے ہیں، نبی کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک بیچنے والے کی حیثیت سے، ایک خریدار کی حیثیت سے۔

دراصل شخصی حقوق اور آزادیوں کا بڑا گہرا تعلق انسانی مساوات کے اصول سے ہے، میں نے عرض کیا کہ آزادیاں کون چھینتا ہے؟ طاقتور چھینتا ہے؟ اپنی طاقت اور دھونس کو برقرار رکھنے کیلئے کہ کوئی بولے نہیں، تیسری بات یہ ہے کہ شخصی آزادیاں سلب کرنے کا ایک داعیہ یہ ہوتا ہے کوئی شخص یا کچھ لوگ بلا کسی معقول وجہ کے یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ہم دوسروں سے بڑھ کر ہیں، اس لئے دوسروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہماری عقل و شعور اور ہماری سوچ سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے خلاف بات تک نہ کریں، اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو ہمیں چاہئے کہ زبردستی اپنی سوچ ان پر مسلط کریں، حضور اقدس ﷺ نے تو اس سوچ کو اعجاب کل ذی رأی برأیہ یا اعجاب المرء بنفسہ کے عنوان سے ایک ذہنی اور باطنی بیماری قرار دیا ہے، لیکن بہر حال یہ ذہنیت بھی کئی لوگوں میں موجود ہوتی ہے اور عام طور پر طاقتور میں ہی ہوتی ہے، خواہ طاقت کسی نوعیت کی ہو، اس لئے وہ اپنی مرضی دوسروں پر مسلط کرنا اپنا حق ہی نہیں اپنا فرضِ منصبی سمجھتا ہے، لیکن قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ نے اس ذہنیت پر ضربِ کاری لگاتے ہوئے یہ بات صاف کردی کہ سب انسان برابر ہیں:

يَاۤ أَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اِتْقَاكُمْ.

ہم نے تمہیں مختلف قبیلوں، ذاتوں، برادریوں میں جو تقسیم کیا ہے یہ صرف پہچان کیلئے ہے، ورنہ اللہ کے ہاں اگر مقام ومرتبہ ہے تو وہ صرف تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ (الحجرات: ۱۳)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: لا فضل لعربی علی عجمی ولا عجمی علی عربی ولا لأسود علی أحمر ولا لأحمر علی أسود الا بتقوی اللّٰہ عزوجل، کسی کو رنگت، نسل وغیرہ کی بنیاد پر دوسروں سے کوئی برتری حاصل نہیں، یہ اعلان حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں کیا ہے، عام طور پر سیاسی قیادتوں، اصلاحی تحریکوں میں یہ ہوتا ہے کہ اعلان پہلے ہوتا ہے، نعرہ پہلے لگایا جاتا ہے اور عمل کا بعد میں سوچا جاتا ہے، لیکن حضور اقدس ﷺ نے اپنی تئیس (۲۳) سالہ نبوی زندگی میں پہلے خود مثالیں بلکہ شاندار مثالیں قائم کی ہیں، بعد میں دوسروں کو بتانے کیلئے اعلان کیا ہے کہ میں نے کر کے دکھا دیا ہے تمہارے لئے بھی یہی حکم بلکہ نمونہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کی پوری سیرت طیبہ میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ انسانی مساوات اور حقوق کی تعلیم و تلقین ہو رہی ہے یا اس کے اعلیٰ ترین عملی نمونے قائم کئے جا رہے ہیں، لیکن ان چیزوں کا اپنا معیار لے کر پوری دنیا کے ممتحن بن بیٹھے ہوں، دوسری اقوام کو زچ کرنے کیلئے ان عنوانات کو بطور ہتھیار استعمال کیا ہو، سیرت طیبہ اور قرون اولیٰ کی بات تو بہت دور کی ہے اس کی مثالیں شاید پوری اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کے ہاں نہ ملیں، اور خود اپنے عمل میں مساوات کی بات یہاں تک ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو کسی نے دیکھا کہ ان کے پاس دو جوڑے ہیں، ایک ذرا اعلیٰ اور ایک گھٹیا، اس زمانے میں عموماً جوڑا دو چادروں پر مشتمل ہوتا تھا، ایک لنگی جسے ازار کہتے ہیں اور دوسری اوپر اوڑھنے والی چادر جسے رداء کہا جاتا ہے، ان کے بدن پر ازار اور رداء میں سے ایک اعلیٰ قسم کی ہے اور ایک ہلکی، اور ساتھ ان کا ایک غلام کھڑا ہے، اس کا بھی یہی معاملہ ہے ایک بہت اعلیٰ اور ایک بہت گھٹیا، تو کسی نے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ ان میں سے اعلیٰ جوڑا آپ پہن لیتے تو پورا اچھے والا جوڑا ہو جاتا، اور دوسرا غلام کو پہنا دیتے اس کا بھی پورا جوڑا ہو جاتا، انہوں نے کہا کہ نہیں! حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو تمہارے غلام ہیں وہ بھی تو تمہارے بھائی ہیں، نوکر چاکر اور ملازم کی بات نہیں ہو رہی، غلام کی بات ہو رہی ہے، آج دنیا کہتی ہے کہ ہم نے غلامی کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن میرے خیال میں پوری دنیا میں کوئی بھی اپنے ملازم کو یہ مقام دینے کیلئے تیار نہیں جو یہاں ایک غلام کو دیا جا رہا ہے، تو حضور اقدس ﷺ نے غلاموں کے بارے میں فرمایا کہ وہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت بنا دیا ہے لہٰذا انہیں بھائی سمجھ کر جیسا خود پہنو ویسا انہیں پہناؤ جیسا خود کھاؤ ویسا انہیں کھلاؤ۔ اس لئے میں نے دونوں جوڑے

آدھے آدھے کردیئے ہیں تاکہ برابر ہوجائیں، یہ مساوات کی ایک عملی مثال ہے، اپنے ماحول اور عمل کا معیار تو یہ ہے، لیکن مساوات کے نعرے کو دیگر اقوام کو زچ کرنے کا ذریعہ کبھی نہیں بنایا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو آدم سے پیدا کیا ہے، کلھم بنو آدم و آدم من تراب۔ سب انسان برابر ہیں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں، اگر کوئی فوقیت ہے تو اس کی کوئی معقول وجہ ہونی چاہئے، اور وہ فوقیت اپنے دائرے کے اندر ہوگی مثلاً ایک ڈاکٹر کو اپنے فن میں مہارت حاصل ہے آپ اس کے ہاسپٹل میں داخل ہیں اور اس کے ہاں زیرِ علاج ہیں، وہ زبردستی آپ کو دوائی دیتا ہے، زبردستی انجکشن لگاتا ہے آپ کہتے ہیں کہ مجھے اچھا نہیں لگتا درد ہوتا ہے، لیکن وہ آپ پر اپنی مرضی چلارہا ہے اور اس میں آپ ہی کا فائدہ ہے، ایک خاص دائرے میں اس کو یہ فوقیت حاصل ہے، لیکن اس دائرے سے ہٹ کر وہ آپ پر اپنی مرضی نہیں چلاسکتا خود اللہ کے نبی ﷺ نے بھی اپنے دائرے سے باہر اپنے صحابہ پر اپنی مرضی مسلط نہیں کی، اس کی بیسیوں مثالیں ملتی ہیں، جب آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، یہاں کھجوروں کے باغات تھے، جو مکہ مکرمہ میں نہیں ہوتے تھے، آپ نے دیکھا کہ یہاں کے لوگ خاص انداز سے نر درختوں کی مادہ درختوں میں پیوندکاری کرتے ہیں جسے عربی میں تأبیر یا تلقیح کہا جاتا ہے، آپ نے سرسری انداز سے ذکر فرمایا کہ اس کی شاید ایسی ضرورت نہ ہو، اگر ایسا نہ کرو تو بھی کام تو چل جائے گا، لولم تفعلوا لصلح اتفاق سے بعض حضرات کی اس سال پیداوار اتنی اچھی نہ ہوئی، آپ نے صاف فرمادیا کہ میرا یہ مقصد نہیں تھا کہ میری یہ بات تمہارے لئے واجب التعمیل ہے اور یہ فرمایا کہ أنتم أعلم بأمور دنیاکم کہ چونکہ یہ معاملہ منصب نبوت سے تعلق نہیں رکھتا اس لئے تم اس کو ماننے کے شرعاً پابند نہیں ہو (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۳۵۶، کتاب الفضائل: باب امتثال ما قالہ شرعا دون ما ذکرہ من معائش الناس)۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں یہ تذکرہ چلا کہ اگر خدانخواستہ کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ قابلِ اعتراض حالت میں دیکھ لے تو وہ کیا کرے، کیا وہ فوری غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے اسی وقت اس کا کام تمام کردے یا چار گواہوں کی صورت میں باقاعدہ ثبوت پیش کرے اور عدالتی کارروائی کے ذریعے اسے سزا دلوائے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ چار گواہ تو لانے پڑیں گے، اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اسے کچھ بھی نہ کہوں، اور چار گواہ لینے چلا جاؤں، میں تو فوراً ہی تلوار سے اس کا کام تمام کردوں گا، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہورہا ہوگا، لیکن میں سعد سے بھی زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والے ہیں، اسی غیرت کی وجہ سے اللہ نے ظاہری اور باطنی فواحش سے منع کردیا ہے، مطلب یہ تھا کہ سعد کے یہ جذبات اگر غیرت پر مبنی ہیں تو نعوذ باللہ میرا یا اللہ کا حکم بھی

غیرت کے خلاف نہیں ہے، سعد کی بات چھوٹی غیرت ہے اور میرا اور اللہ کا حکم بڑی غیرت ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مقصد بھی آنحضرت ﷺ کے بیان کردہ حکم شرعی کا انکار نہیں تھا، بلکہ محض اپنے جذبات اور افتادِ طبع کو بیان کرنا تھا کہ میرا ذاتی مزاج ایسا ہے کہ شاید میرے لئے اس بات پر عمل بہت مشکل ہوگا، چنانچہ بعض روایتوں میں تصریح ہے کہ بعد میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے معلوم ہے کہ جو آپ نے فرمایا وہ اللہ کی طرف سے ہے اور برحق ہے، میں تو صرف حیرت کا اظہار کررہا تھا، (فتح الباری، کتاب النکاح: باب الغیرۃ) بطور حکمِ شریعت کے نبی کریم ﷺ کا فرمان آجانے کے بعد کسی کیلئے مخالفت کی گنجائش نہیں ہوتی، لیکن اس موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خاص قسم کے جو ذاتی جذبات تھے آپ نے اپنے سامنے ان کے اظہار کا انہیں موقع ضرور دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک کنیز (جس کا نام حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ہے) خریدی اور خرید کر اسے آزاد کردیا، جب وہ کنیز تھیں تو اسی زمانے میں ان کے مالکوں نے ان کی مرضی کے بغیر، ان کی شادی کرادی تھی، اس وقت وہ ایک کنیز تھیں، اپنے رائے کا اظہار نہیں کرسکتی تھیں آزاد ہوجانے کے بعد اسے موقع دیا گیا کہ اگر وہ اس فیصلے پر نظر ثانی کرے اور شادی کو برقرار رکھنا چاہے تو رکھ لے ورنہ ختم کردے، ان کے خاوند اس نکاح کو برقرار رکھنا چاہتے تھے، انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے اس کی سفارش بھی کروائی، آنحضرت ﷺ بھی اس نکاح کو برقرار رکھنے کی خواہش رکھتے تھے، اب دیکھئے یہ ایک باندی تھیں اور ابھی ابھی آزاد ہوئی ہیں اور آزادی بھی آپ کے گھرانے کی وجہ سے ملی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اپنے کام کیلئے نہیں، آزاد کرنے کیلئے ہی خریدا تھا، یہ ان کا بڑا محسن گھرانا ہے، لیکن جب آنحضرت ﷺ نے حضرت بریرہ سے فرمایا کہ تم اپنے خاوند سے رشتہ برقرار رکھو تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ حکم دے رہے ہیں یا سفارش فرمارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ حکم نہیں سفارش ہے، نبی کا حکم اگر نبی ہونے کی حیثیت سے ہو تو اس میں تو کسی مؤمن اور مؤمنہ کو سوچنے کا اختیار نہیں ہوتا، یہ حکم اپنی جگہ الگ ہے اس لئے حضرت بریرہؓ نے پہلے وضاحت کرالی کہ یہ حکم ہے یا سفارش ہے، آپ نے وضاحت کردی کہ یہ سفارش ہے، گویا شرعی مسئلہ نہیں آنحضرت ﷺ کی ذاتی رائے بلکہ خواہش ہے، تو انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی رائے اور سفارش بلکہ خواہش کے برعکس صاف کہہ دیا کہ میں ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، یہ سوچ اور رائے اور اپنی مرضی کی آزادی ہے، اگر آپ سیرت طیبہ کا تفصیل سے مطالعہ کریں گے تو اس طرح کی اور بہت سے مثالیں مل جائیں گی۔

☆☆☆

محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

> قارئین سے درخواست ہے کہ صرف ایسے علمی، ادبی اور معاشرتی سوالات ارسال کئے جائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے پرہیز کیجئے۔ (ادارہ)

سوال:۔ زم زم کے پانی سے غسل اور وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ زمزم کے پانی سے وضوء اور غسل کرنا جائز ہے، شرعاً اس مین کوئی حرج نہیں تاہم اس سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ (شامی ص ۱۸۰ ج ۱)

سوال:۔ بیت اللہ شریف میں داخل ہوتے ہی بعض حضرات تحیۃ المسجد کا اہتمام کرتے ہیں اس کی کیا حیثیت ہے کیا اس موقع پر تحیۃ المسجد پڑھنی چاہئے یا طواف کرنا چاہئے؟

جواب:۔ مسجد حرام میں تحیۃ المسجد طواف ہی ہے لہٰذا جو شخص مسجد حرام میں داخل ہوجائے وہ محرم ہو یا غیر محرم اگر نماز کیلئے جماعت کھڑی نہ ہو تو اس کیلئے نفل پڑھنے کے بجائے طواف کرنا مستحب ہے۔

سوال:۔ حرم مکی میں صف اول کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے؟ یعنی عام طور سے حجر اسود سے اُلٹے ہاتھ کی طرف کبری کے نیچے امام کھڑا ہوتا ہے تو کیا امام کے عین پیچھے جو پہلی صف ہے وہی صف اول سمجھی جائے گی یا دوسری طرف مثلاً میزاب رحمت کی طرف سے خانہ کعبہ کے ساتھ جو بھی صف ہے وہ بھی صف اول نماز ہوگی وضاحت فرمائیں؟

جواب:۔ امام کی جانب میں صف اول وہ ہے جو امام کے پیچھے ہے اور امام کے علاوہ باقی تین اطراف میں وہ صفیں ہیں جو خانۂ کعبہ سے قریب تر ہیں۔

سوال:۔ کیا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اس عورت کا عقد نکاح ہوگیا تھا جس نے برے ارادے سے مکان کے دروازے بند کردیئے تھے؟

جواب:۔ بعض تاریخی روایات میں ایسا آیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح زلیخا سے ہوگیا تھا لیکن قطعی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔

سوال:۔ قرآن کریم میں کتنے قسم کے مضامین کا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب:۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب علوم القرآن میں لکھا ہے کہ ''قرآن کریم کے مضامین پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ یہ تمام مضامین چار بڑے عنوانات پر منقسم ہیں اور قرآن کریم کی ہر آیت ان میں سے کسی ایک عنوان کے تحت ضرور آتی ہے:۔ (۱) عقائد (۲) احکام (۳) قصص (۴) امثال مزید تفصیل کیلئے علوم القرآن باب ہشتم کا مطالعہ فرمائیں۔

سوال:۔ ماہ رمضان المبارک میں کونسے اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں؟

جواب:۔ غزوہ بدر، فتح مکہ، نزول قرآن کی ابتدا یہ اہم واقعات رمضان میں ہوئے ہیں۔

سوال:۔ رمضان شریف میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تشریف آوری حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں روزانہ ہوا کرتی تھی اس کا کیا مقصد تھا؟

جواب:۔ حضرت جبرئیل آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے تھے۔

سوال:۔ کیا حکم ہے کہ دوران حج اگر محرم اپنے چہرہ کو تولیہ سے صاف کرے؟

جواب:۔ محرم کو تولیہ کے ذریعے سے چہرہ صاف کرنا جائز ہے کیونکہ تولیہ اس صورت میں صفائی کرنے کیلئے استعمال ہو رہا ہے نہ کہ پہننے کیلئے۔

سوال:۔ احرام کی حالت میں محرم کو آلودگی سے بچنے کیلئے (Mask) پہننا کیسا ہے؟

جواب:۔ اگر آلودگی سے بچنے کیلئے محرم نے ماسک پہنا جو منہ تھوڑی وغیرہ کو ڈھانپتا ہو جسے عام طور پر ماسک ہوتے ہیں تو تفصیل یہ ہے کہ اگر ماسک چہرے کے ایک چوتھائی حصے سے زیادہ ہو اور اس نے ایک دن یا ایک رات پہنا تو دم واجب ہوگا اور اگر ایک دن سے کم مدت پہنا یا وہ چہرے کے چوتھائی حصے سے کم ڈھانپا تو صدقہ واجب ہوگا۔

سوال:۔ کیا حکم ہے اگر محرم نے کسی پھل کا چھلکا اُتارے مثلاً مالٹے کا؟

جواب:۔ پھل یا مالٹے کا چھلکا اتارنا محرم کیلئے جائز ہے البتہ جان بوجھ کر خوشبو سونگنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

سوال:۔ کیا محرم سگریٹ پی سکتا ہے؟

جواب:۔ محرم اور غیر محرم کے سگریٹ پینے میں ایک ہی حکم ہے اور وہ یہ کہ جمہور فقہاء اور اکابر دیو بند (رحمہم اللہ) کے نزدیک سگریٹ نوشی اگر چہ حرام تو نہیں مگر بلاضرورت اس کی عادت ڈالنا مکروہ ہے، نیز اگر سگریٹ پینے سے کسی کو بیماری کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں سگریٹ پینے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

سوال:۔ اگر محرم کا ناخن غلطی سے ٹوٹ جائے تو کیسا ہے؟

جواب:۔ اگر محرم کا ناخن غلطی سے ٹوٹ جائے تو کوئی صدقہ وغیرہ لازم نہیں آتا۔

سوال:۔ اگر غلطی سے محرم نے سلی ہوئی چادر کچھ گھنٹوں کیلئے پہنی تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اگر چادر کے صرف کنارے سلے ہوئے ہوں تو اس کے اوڑھنے میں کوئی حرج نہیں، سوال کا مقصد کچھ اور ہو تو تفصیل لکھ کر جواب حاصل کریں۔

اگر بیچ سے سلی ہوئی ہو اور وہ جسم کی ساخت پر نہ بنی ہوئی ہو تو اس کے پہننے میں گنجائش ہے مگر افضل یہ ہے کہ احرام کا کپڑا بالکل سلا ہوا نہ ہو۔

سوال:۔ حالت احرام میں عورت کا برقعہ بار بار چہرے کو چھوئے تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ حالت احرام میں ایک دن ایک رات کی مقدار کے برابر کپڑا چہرے کے ساتھ لگا رہے تو دم واجب ہوتا ہے اور چہرہ کی حد میں رخسار، ناک، منہ اور ٹھوڑی شامل ہے۔ البتہ اگر ایک دن ایک رات سے کم مدت کیلئے لگا ہو تو صدقہ واجب ہے یعنی پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت صدقہ کی جائے۔

سوال:۔ اگر ضرورت کی حالت میں محرم نے کریم یا آئنمنٹ چہرے پر استعمال کیا مرضی کی وجہ سے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر محرم نے مرض کی حالت میں کریم یا آئنمنٹ بطور علاج استعمال کرے تو اس کی گنجائش ہے بشرطیکہ اس میں خوشبو نہ ہو۔

سوال:۔ اگر کسی کو حالت احرام میں سخت سر کی خشکی (Dandruff) ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اگر حالت احرام میں کسی کو سخت سر کی خشکی کی بیماری ہو جائے تو اس صورت میں:

(۱) خشکی کے گرنے سے کچھ صدقہ وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔

(۲) اگر کوئی غیر خوشبودار دوا استعمال کیا جائے سخت خشکی کے ازالہ کیلئے تو اس کی گنجائش ہے۔

☆☆☆

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب و روز

سالانہ امتحانات کا آغاز واختتام

جامعہ دارالعلوم کراچی کے نظم کے تحت سالانہ امتحانات ۲۱/رجب ۱۴۳۰ھ بدھ کے روز شروع ہوئے جبکہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت منعقد ہونے والے امتحانات کا آغاز ۲۴/رجب ہفتہ کے روز سے ہوا، اور ۲۹/رجب جمعرات کو جامعہ اور وفاق دونوں کے امتحانات اختتام کو پہنچے۔ اس دوران جامعہ کے اساتذہ کی ایک بڑی تعداد نے وفاق کے امتحانات میں دیگر اداروں میں جاکر نگرانی کا فریضہ سرانجام دیا اور بقیہ اساتذہ نے جامعہ کے امتحانات میں نگرانی کے علاوہ دیگر امور امتحان انجام دیئے۔ اللہ تعالیٰ ان امتحانات کو طلبہ کی علمی وتربیتی ترقیات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

جامعہ دارالعلوم کراچی میں جوابی کاپیوں کی چیکنگ

سال گذشتہ کی طرح اس سال بھی وفاق المدارس العربیہ کی امتحانی کمیٹی، ممتحن اعلیٰ اور ممتحنین جامعہ دارالعلوم کراچی میں تشریف لائے، اور سالانہ امتحانات کی جوابی کاپیوں کو جانچنے کا عمل جامعہ ہی میں پایۂ تکمیل کو پہنچا، چنانچہ ۵/شعبان ۱۴۳۰ھ منگل کے روز امتحانی کمیٹی کے ارکان اور ممتحنین اعلیٰ کا پہلا اجلاس ہوا، اسی روز سے حضرات ممتحنین کی آمد شروع ہوگئی اور اگلے دن بدھ کے روز سے جوابی کاپیوں کو جانچ کر اُن پر نمبر لگانے کا عمل شروع ہوگیا جو کہ مسلسل پندرہ دنوں تک جاری رہا۔ رکن امتحانی کمیٹی واستاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا رشید اشرف صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا افتخار احمد صاحب مدظلہم، حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب مدظلہم جناب قاری عبدالرحمٰن انصاری صاحب مدظلہم نے حسب سابق بڑی جانفشانی کے ساتھ مہمان ممتحن حضرات کے قیام و طعام اور دیگر امور کے انتظامات ترتیب دیئے جن کی وجہ سے تمام ممتحنین بڑی سہولت وراحت سے اپنے فرائض کی بجاآوری میں مشغول رہے۔

صدر وفاق حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم بھی ان دنوں جامعہ دارالعلوم کراچی کے مہمان خانے میں رونق افروز رہے، اور حسب ضرورت ہدایات ونگرانی فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا مدظلہم کو تادیر صحت و عافیت کے ساتھ سلامت رکھیں اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو ظاہری و باطنی ترقیات سے سرفراز فرمائے اور ہر قسم کے شر و فتنے سے اس کی حفاظت فرمائے۔ آمین

وفاقی ممتحنین سے حضرت رئیس الجامعہ کا خطاب

۷/شعبان ۱۴۳۰ھ: جمعرات کے دن عصر کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت

برکاتہم نے حضرات ممتحنین سے خطاب فرمایا، جس میں آپ نے مسلک دیوبند کی حقیقت واضح فرمائی کہ وہ محض اتباع سنت کا نام ہے، اور بڑے درد کے ساتھ گروہ بندی کے مہلک مرض سے بچنے کی تلقین فرمائی اور اتباع سنت کی بھرپور انداز میں ترغیب دی۔ حاضرین نے آپ کا بیان نہایت دلچسپی سے سنا اور بہت مفید محسوس کیا۔

مختلف مکاتب فکر کے اجتماع میں شرکت

اتحاد بین المسلمین اور دینی تعلیم کے موضوع پر محترم وزیراعلیٰ پنجاب نے مختلف مکاتب فکر کے علماء سے ملاقات کیلئے ایک اجتماع منعقد کیا جس میں وزیراعلیٰ صاحب کی دعوت پر رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم ۳۱/جولائی ۲۰۰۹ء کو لاہور تشریف لے گئے اور یکم اگست ۲۰۰۹ء کو اس اجتماع میں شرکت فرمائی۔

مرکز الاقتصاد الاسلامی کا سہ روزہ کورس

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ مرکز الاقتصاد الاسلامی کے تحت لاہور میں ۲۹/رجب تا ۲/شعبان ۱۴۳۰ھ ایک سہ روزہ کورس کرایا گیا۔ اس کے اختتامی اجلاس میں شرکت کیلئے صدر جامعہ دارالعلوم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم لاہور تشریف لے گئے جبکہ اس کے اختتامی خطاب کیلئے نائب صدر جامعہ دارالعلوم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحبمدظلہم لاہور تشریف لے گئے۔ بفضلہٖ تعالیٰ دارالعلوم کراچی کے اس شعبہ سے دور حاضر کی ایک ضروری خدمت انجام پارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو شرف قبولیت عطا فرماتے رہیں، آمین۔

۱۶/شعبان ۱۴۳۰ھ (۸/اگست ۲۰۰۹ء): نائب صدر دارالعلوم آج برمنگھم تشریف لے گئے جہاں آپ نے مورخہ ۹/اگست کو ابوبکر ٹرسٹ کے زیراہتمام علماء کے اجتماعات اور جلسۂ عام سے خطاب فرمایا، نیز مدرسۃ البنات میں صحیح بخاری کی آخری حدیث کا درس دیا۔ برطانیہ میں آپ کا قیام ۱۶/اگست تک رہا جس کے دوران آپ نے اسکاٹ لینڈ کا بھی دورہ کیا۔ ۱۶/اگست کو دبئی روانگی ہوئی جہاں مورخہ ۱۷/اگست کو مصرف دبی کے شریعہ بورڈ کی صدارت فرمائی۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کے سیمینار میں شرکت

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے تحت ایک سہ روزہ سیمینار جنوبی ایشیا میں ''اسلامی قانونی فکر اور ادارے'' کے عنوان سے یکم اگست تا ۳/اگست ۲۰۰۹ء منعقد ہوا، رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے حسب دعوت اس سیمینار میں شرکت

فرمائی۔ اور تیسرے دن کی صبح کی نشست میں جو حضرت والا مدظلہم کی زیر صدارت تھی آنجناب کا بیان بھی ہوا جس میں آپ نے فقاہت دینی کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔

اجلاس کی اس نشست میں سامعین کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جس میں ملک و بیرون ملک کے اہل علم، بالخصوص جناب ڈاکٹر ظفر اسحاق صاحب چیئرمین ادارہ تحقیقات اسلامی، اور ڈاکٹر یوسف فاروقی چیئرمین شریعہ اکیڈمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی چیئرمین شعبہ اسلامک اسٹڈیز علیگڑھ یونیورسٹی، پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی علیگڑھ یونیورسٹی، اور جناب ڈاکٹر قاسم زمان صاحب پروفیسر پرنسٹن یونیورسٹی امریکہ جیسے مقتدر حضرات شریک تھے۔ حضرت والا مدظلہم کے بیان کے بعد عام شرکاء سامعین نے بہت اہتمام سے آپ سے ملاقات کی اور اُن سے اپنے جذبات محبت و مسرت کا اظہار کیا۔

تعمیر مسجد

جامعہ دارالعلوم کراچی کی قدیم مسجد کے حصے کو جدید مسجد کی تعمیر میں شامل کرنے کا کام بفضلہٖ تعالیٰ جاری ہے، اسی طرح دارالعلوم نانک واڑہ اور مرکز کورنگی میں طلبہ کیلئے مطبخ و مطعم کی تعمیر کا کام زیر تکمیل ہے، اہل خیر حضرات کیلئے اس صدقہ جاریہ میں شرکت کا زریں موقع ہے، اللہ تعالیٰ بحسن و خوبی ان تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کرادیں۔ آمین

دعائے مغفرت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ القراآت جناب قاری عبدالمالک صاحب حفظہ اللہ کی ایک عزیزہ گذشتہ دنوں انتقال فرماگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ نیز جامعہ دارالعلوم کراچی کے دورۂ حدیث کے ایک طالب علم محمد امین بن محمد یوسف تعطیلات میں اپنے گھر جاتے ہوئے ایک حادثہ میں انتقال فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ناچیز کی ایک عزیزہ (مولانا محمد احمد تھانویؒ کی بڑی صاحبزادی) ۲۶ رشعبان ۱۴۳۰ھ کو رحلت فرماگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت کاملہ فرمادیں اور پسماندگان کو صبر و اجر اور فلاح دارین عطا فرمائیں آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆

قناعت و استغنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ طلب کیا۔ آپ نے ان کو عطا فرمادیا (لیکن ان کی مانگ ختم نہیں ہوئی) اور انہوں نے پھر طلب کیا۔ آپ نے پھر ان کو عطا فرمادیا۔ یہاں تک کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ سب ختم ہو گیا اور کچھ نہ رہا تو آپؐ نے ان انصاریوں سے فرمایا۔ سنو! جو مال و دولت بھی میرے پاس ہو گا اور کہیں سے آئے گا میں اس کو تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا اور اپنے پاس ذخیرہ جمع نہیں کروں گا۔ بلکہ تم کو دیتا رہوں گا۔

لیکن یہ بات خوب سمجھ لو کہ اس طرح مانگ مانگ کر حاصل کرنے سے آسودگی اور خود عیشی حاصل نہیں ہو گی بلکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ جو کوئی خود عفیف بننا چاہتا ہے یعنی دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے اپنے کو بچانا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی مدد فرماتا ہے اور سوال کی ذلت سے اس کو بچاتا ہے اور جو کوئی بندوں کے سامنے اپنی محتاجی ظاہر کرنے سے بچنا چاہتا ہے (یعنی اپنے کو بندوں کا محتاج اور نیازمند بنانا نہیں چاہتا) تو اللہ تعالیٰ اس کو بندوں سے بے نیاز کر دیتا ہے اور جو کوئی کسی کٹھن موقع پر اپنی طبیعت کو مضبوط کر کے صبر کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو صبر کی توفیق دے دیتا ہے (اور صبر کی حقیقت اس کو نصیب ہو جاتی ہے) اور کسی بندہ کو بھی صبر سے زیادہ وسیع کوئی نعمت عطا نہیں ہوئی۔

(سنن ابی داؤد، معارف الحدیث)

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

نام کتاب.......... تذکرہ وسوانح شیخ الحدیث مولانا حسن جان شہیدؒ

تالیف .... مولانا عبدالقیوم حقانی

ضخامت .... ۶۱۳ صفحات، عمدہ سرورق، طباعت مناسب، قیمت: درج نہیں

ناشر .... القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ، خالق آباد، نوشہرہ

حضرت مولانا حسن جان شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خودنوشت سوانح حیات ''فانی زندگی کے چند ایام'' القاسم اکیڈمی نے پہلے شائع کردی تھی۔ اب القاسم اکیڈمی نے زیر نظر ضخیم کتاب بھی حضرت مولانا مرحوم کے حالات وواقعات ہی سے متعلق شائع کی ہے۔ اس میں کل تیرہ ابواب ہیں۔ ان میں سیرت وسوانح، رفعت شان اور محدثانہ جلالتِ قدر، قومی وملی خدمات، درسی افادات، خطبات کے ابواب بطور خاص قابل مطالعہ ہیں۔

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زیدمجدہم کی دیگر علمی خدمات کی طرح یہ خدمت بھی لائق تحسین ہے۔ امید ہے کہ باذوق قارئین اس کی خوب قدردانی فرمائیں گے۔......(ابومعاذ)

نام کتاب......... زادالفقیر اردوشرح نحومیر

تالیف .... مولانا امین الحق گستوی

ترتیب .... مولانا محمد ظاہر شاہ حقانی

ضخامت .... ۴۰۰ صفحات، مناسب طباعت، قیمت درج نہیں

ناشر .... القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ

حضرت مولانا امین الحق صاحب گستوئی مدظلہ قابل مدرس ہیں۔ تدریس میں اُن کا اپنا انداز ہے۔ تفہیم کا خاص ملکہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے زادالفقیر کے نام سے پشتو زبان میں نحومیر کی ایک شرح لکھی تھی۔ زیرنظر کتاب میں اسی شرح کے مضامین اردو زبان میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ شرح خاصی مفید ابحاث پر مشتمل ہے۔لیکن ہماری رائے میں کتبِ نحو کی اصل غرض و غایت یہ ہے کہ طالبعلم میں عربی تراکیب لکھنے اور سمجھنے کی معقول استعداد پیدا ہوجائے اس کیلئے فلسفیانہ شروح کے بجائے اصل توجہ اجراء پر مرکوز ہونی چاہئے۔..................(ابومعاذ)

نام کتاب.........دورِحاضر کے فتنے اوران کا علاج

ازقلم .... محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ

جمع وترتیب: .... مولانا محمد انور بدخشانی مدظلہم

ضخامت.............. ۱۶۷ صفحات، عمدہ طباعت، عام قیمت ۔/۱۵۰ روپے

ناشر .... مکتبہ بینات جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وتحقیقی شخصیت محتاج تعارف نہیں، علامہ بنوریؒ نے عمر بھر علم و دین کی مثالی خدمات انجام دیں۔علمی دنیا میں ان کی مساعی جمیلہ سے تقریباً ہر پڑھا لکھا دیندار شخص ضرور واقف ہوگا، ان کی علمی خدمات میں سے ایک اہم علمی خدمت ماہنامہ بینات کا اجراء تھا۔جس کا اداریہ آپؒ خود لکھتے تھے۔ یہ اداریہ ملکی وملی حالات پر جاندار تبصرے کی حیثیت رکھتا تھا۔۔حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ نے انہی اداریوں کو ''بصائر وعبر'' کے عنوان سے دو ضخیم جلدوں میں تیار کر کے شائع کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب مدظلہم نے بصائر وعبر میں سے فتنوں کے متعلق مضامین الگ کر کے کتابی شکل میں طبع کروادئے۔ وہی کتاب اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اہلِ علم اورعوام دونوں کواس سے ضرور استفادہ کرنا چاہئے۔...............(ابومعاذ)

☆☆☆

"عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحْقِرَنَّ اَحَدُکُمْ شَیْئًا مِّنَ الْمَعْرُوْفِ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیَلْقَ اَخَاہُ بِوَجْہٍ طَلْقٍ وَاِذَا اشْتَرَیْتَ لَحْمًا اَوْ طَبَخْتَ قِدْرًا فَاَکْثِرْ مَرَقَتَہٗ وَاغْرِفْ لِجَارِکَ مِنْہُ"

"حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی احسان کی کسی صورت اور کسی قسم کو بھی حقیر نہ سمجھے، پس اگر اپنے بھائی کو دینے کے لئے کچھ بھی نہ پائے تو اتنا ہی کرے کہ شگفتہ روئی کے ساتھ اس سے ملاقات کرے (یہ بھی حسن سلوک کی ایک صورت ہے) اور جب تم گوشت خریدو یا ہانڈی پکاؤ تو اس میں شوربا بڑھا دیا کرو، پھر چمچہ بھر اس میں سے اپنے پڑوسی کے لئے بھی نکالا کرو۔" (جامع ترمذی)

روزہ میں احتساب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ رمضان کے روزے، ایمان و احتساب کے ساتھ رکھیں گے۔ ان کے سب گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ایسے ہی جو لوگ ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں نوافل (تراویح و تہجد) پڑھیں گے ان کے بھی سارے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، اور اسی طرح جو لوگ شب قدر میں ایمان و احتساب کے ساتھ نوافل پڑھیں گے ان کے بھی سارے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

روزہ کی برکت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ رکھا کرو تندرست رہا کرو (طبرانی) اور روزہ سے جس طرح ظاہری و باطنی مضرت زائل ہوتی ہے اسی طرح اس سے ظاہری و باطنی مسرت حاصل ہوتی ہے۔